فاٹا میں انسانی حقوق کی صورتحال: سماجی واقتصادی پہلو

محمد عثمانی

روزنامہ ڈان سے وابستہ صحافی
سیاسی وانسانی حقوق کے کارکن

عسکریت پسندوں کے حملوں اور خطے میں بڑھتی عسکریت پسندی کے خلاف امریکہ کی زیرقیادت پاکستان کی جنگ کا زیادہ تر بوجھ وفاق کے زیرانتظام قبائلی علاقہ جات (فاٹا) کے حصے میں آیا ہے۔ بڑھتی ہوئی داخلی عسکریت پسندی کے پیش نظر پاکستانی فوج نے تمام قبائلی ایجنسیوں اور مالاکنڈ ڈویژن کے آباد کار ضلع سوات میں کئی مسلح کارروائیاں کیں۔ ان کارروائیوں کے نتیجے میں شہریوں کا جانی نقصان ہوا اور ہزاروں لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر علاقے سے نکلنے پر مجبور ہوگئے۔ دکانوں اور مارکیٹوں کو لوٹا گیا اور فوجی ٹینکوں نے انہیں ملیامیٹ کر دیا۔ اس کے نتیجے میں قبائلیوں کا بے پناہ معاشی نقصان ہوا جو پہلے ہی خستہ حالی کا شکار تھی اور 70 فیصد آبادی [1] خط غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہی تھی۔

سماجی واقتصادی اشاریوں کا جائزہ

اگست 2014 میں فاٹا ایف ڈی ایم اے کی نگرانی میں نقصانات اور ضروریات کے تجزیہ کے لئے ایک سروے کیا گیا جس سے سامنے آیا کہ اورکزئی، خیبر، جنوبی وزیرستان اور کرم ایجنسیوں میں ساٹھ ہزار سے زائد مکانات تباہ ہو چکے ہیں جبکہ فوجی کارروائیوں کے باعث شمالی وزیرستان اور خیبر ایجنسی سے نقل مکانی کرنے والے اندازاً ڈیڑھ لاکھ خاندان آج بھی بنوں کے عارضی کیمپوں میں کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ [1]

فاٹا کے بارے میں تازہ ترین اعداد وشمار کی دستیابی بدستور ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ فاٹا پاکستان کا واحد انتظامی علاقہ ہے جس کے بارے میں پی ایس ایل ایم کا ڈیٹا بھی دستیاب نہیں ہے۔

فاٹا میں کاروبار کے لئے بھی حالات سازگار نہیں ہیں۔ فاٹا کی معیشت میں کاغذی کارروائی کا کوئی تصور نہیں۔ فاٹا میں چلنے والے کاروبار کسی حکومتی ادارے کے ساتھ کسی بھی شکل میں اندراج یافتہ نہیں ہیں اس لئے انہیں کوئی حکومتی سرپرستی میسر نہیں۔ باقی ماندہ ملک کے برعکس فاٹا میں کوئی قانونی فریم ورک موجود نہیں اس لئے فاٹا میں جو کمرشل بینک کام کر رہے ہیں وہ مقامی لوگوں کو قرضے نہیں دیتے کیونکہ یہاں لینڈ ریونیو ایکٹ نافذ نہیں ہے اور بینکوں کے لئے قرضے کے عوض کوئی ضمانت رکھنا ناممکن ہے۔ امن وامان کی صورتحال خاص طور پر گیارہ ستمبر کے بعد مزید بگڑ گئی۔ لاکھوں افراد، بالخصوص جن کے فاٹا میں کاروبار تھے، علاقے سے نقل مکانی کر کے ملک کے آباد کار علاقوں کی طرف چلے گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بڑی تعداد میں کاروباری ادارے بند ہو چکے ہیں اور یہ خطہ جہاں بیروزگاری پہلے ہی کافی زیادہ تھی، مزید بیروزگاری کا شکار ہوگیا۔ پاکستان کے دیگر علاقوں میں صنعتی سرگرمیاں جن قواعد وضوابط کے تحت کی جاتی ہیں وہ قبائلی علاقہ جات پر لاگو نہیں ہوتے۔ یہاں صنعتوں پر بلاواسطہ ٹیکس یا قواعد وضوابط لاگو نہیں۔ اس لحاظ سے کم وبیش یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ فاٹا کے صنعتی شعبے میں کھلی منڈی والا ماحول ہے۔ کسی موزوں قانونی تحفظ کی غیر موجودگی میں سرمایہ کاری خطرے والا کام ہے۔ [2]
لوگوں کو میسر ذرائع معاش کے مواقع برائے نام ہیں۔ مقامی معیشت زیادہ تر مویشیوں سے جڑی ہے جبکہ چند ایک زرخیز وادیوں میں زرعی سرگرمیاں بھی ہوتی ہیں۔ زیادہ تر گھرانے بنیادی نوعیت کے کام کرتے ہیں جیسے فصلوں وغیرہ کی کاشت اور مویشی پالنا، یا کچھ لوگ مقامی طور پر چھوٹے پیمانے کے کاروبار کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو قبائلی پٹی میں یا ملک کی مقامی منڈیوں میں تجارت کرتے ہیں۔ خواتین زرعی کاموں میں فعال کردار ادا کرتی ہیں، جلانے کی لکڑی جمع کرنے اور پانی لانے کے کام کرتی ہیں اور اس کے علاوہ گھر کے کام اور خاندان کے فرائض بھی پورے کرتی ہیں۔ [2] قبائلی عوام کا ایک بڑا حصہ ٹرانسپورٹ کے کاروبار سے وابستہ ہے اور فاٹا سے تعلق رکھنے والے 3304 رجسٹرڈ کارکن بیرون ملک کام کر رہے ہیں۔ [3]
باقی ماندہ پاکستان کے برعکس فاٹا کے سماجی واقتصادی اشاریئے مدت وار شائع نہیں کئے جاتے۔ اعداد وشمار کے بنیادی ذرائع یہ کہہ کر فاٹا کو اپنے نمونے میں شامل نہیں کرتے کہ سکیورٹی وجوہات سروے میں رکاوٹ ہیں۔ ثانوی ذرائع کچھ اعداد وشمار کا حوالہ دیتے ہیں۔ الف اعلان پاکستان کی ضلعی تعلیمی درجہ بندی 2015 اور تعلیمی صورتحال پر سالانہ رپورٹ، 2014 (اے ایس ای آر، پاکستان) کے مطابق فاٹا کے تعلیمی سکور میں 15 فیصد تک بہتری آئی ہے لیکن اس شاندار اضافے کے باوجود فاٹا کا موازنہ دیگر صوبوں اور خطوں کے ساتھ کریں تو یہ سب سے نیچے دکھائی دیتا ہے۔

یہ حقیقت اپنی جگہ کہ بحیثیت مجموعی پاکستان اور خیبر پختونخواہ کے سماجی واقتصادی اشاریوں میں بہتری آئی ہے لیکن فاٹا کے اعداد وشمار ایک مختلف کہانی سناتے ہیں۔ مثال کے طور پر نیچے دیئے گئے اعداد وشمار کو ہی دیکھ لیں جن کے مطابق 1998 کی مردم شماری میں خیبر پختونخواہ کی شرح خواندگی فاٹا کے مقابلے میں 18 فیصد زیادہ ہے۔

جدول 1: پاکستان، خیبر پختونخواہ اور فاٹا کے لئے ترقی کے چند منتخب اشاریئے

اشاریہ	پاکستان	خیبر پختونخواہ	فاٹا
شرح خواندگی (دونوں اصناف، فیصد تناسب)	43.92	35.41	17.42
مردوں میں شرح خواندگی (فیصد تناسب)	54.81	51.39	29.51
عورتوں میں شرح خواندگی (فیصد تناسب)	32.02	18.82	3.00

ذریعہ: صنعتوں، خدمات کے شعبے کے اداروں اور فاٹا میں رکاوٹوں کی نشاندہی پر سروے کے اعداد وشمار، اکتوبر 2010، ایف ڈی اے

ان اعداد وشمار کا موازنہ جدول 2 میں دیئے گئے اعداد وشمار کے ساتھ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ 1998 میں خیبر پختونخواہ میں شرح خواندگی 34.51 فیصد تھی جو 2012-13 میں بڑھ کر 52 فیصد تک پہنچ گئی۔ تاہم فاٹا کے معاملے میں اس میں محض تقریباً 6 فیصد کا اضافہ ہوا۔ مضحکہ خیز پہلو یہ ہے کہ شرح خواندگی کی تفصیلی معلومات کے مطابق خواتین کی شرح خواندگی میں کچھ زیادہ تبدیلی نہیں آئی جس سے خطے میں پائی جانے والی صنفی عدم مساوات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ایم ڈی جیز کے متعدد اشاریوں کے حوالے سے دیگر خطوں کے ساتھ موازنہ میں بھی فاٹا کہیں پیچھے دکھائی دیتا ہے:

جدول 2: ایم ڈی جیز کے اشاریئے: ایک موازنہ

اشاریہ	ہدف	فاٹا	سندھ	بلوچستان	پنجاب	خیبر پختونخواہ
غذائی توانائی کے تصرف کی کم سے کم سطح سے نیچے آبادی کا تناسب	13	32.6	40	49.7	36.4	27.1
پرائمری میں داخلے کا اصل تناسب	100	31	52	45	62	54
شرح خواندگی (فیصد)	88	24	60	44	62	52
جی پی آئی پرائمری تعلیم	1.00	0.60	0.89	0.58	0.95	0.91
جی پی آئی سیکنڈری تعلیم	1.00	0.60	0.84	0.41	0.85	0.59
پانچ سال سے کم عمر بچوں کی شرح اموات (1000 زندہ بچوں کی پیدائش پر واقع ہونے والی اموات)	52	104	112	158	104	75
حفاظتی ٹیکوں کا کورس مکمل کرنے والے 12 سے 23 ماہ کے بچوں کا تناسب	>90	80	74	53	89	76
ماؤں کی شرح اموات	140	290	345	758	227	275
پانی کے بہتر ذرائع تک رسائی کی حامل آبادی کا تناسب	93	68	90	69	92	82

پاکستان ایم ڈی جی رپورٹ، جو اس پتہ پر دستیاب ہے: http://www.undp.org/content/dam/pakistan/docs/MDGs/MDG2013Report /UNDP-Report13.pdf
باقی ماندہ پاکستان کے بارے میں معلومات کا ذریعہ: پاکستان کا سماجی اور رہن سہن کی پیمائش کا سروے، 2012-13
فاٹا کے بارے میں معلومات کا ذریعہ: فاٹا سیکرٹیریٹ

معاشی ترقی اور انسانی حقوق

بحیثیت مجموعی فاٹا کی پست معاشی ترقی کو فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر) سے جوڑا جاتا ہے کیونکہ یہ پولیٹکل ایجنٹ کو لامحدود اختیارات دیتا ہے جن کے تحت وہ کسی خاندان، قبیلے یا قریبی گاؤں سے تعلق رکھنے والے کسی ایک شخص کے جرم پر کسی ایک فرد، خاندان یا پورے قبیلے کی جائیداد ضبط کر سکتا ہے۔ اجتماعی سزا اور اجتماعی ذمہ داری کی شقوں اور اس کے ساتھ ساتھ کسی قانونی عدالت میں پولیٹکل ایجنٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل کے حق سے محرومی نے فاٹا کو انسانی حقوق کے حوالے سے غربت کی انتہائی پست سطح پر رکھا ہوا ہے۔ حکام کی طرف سے پیدا کئے جانے والے روزگار کے مواقع برائے نام ہیں اور اسی بناء پر قبائلی افرادی قوت گزر بسر کے لئے ملک کے آباد کار علاقوں میں اور مشرق وسطیٰ میں ملازمتیں کر رہی ہے۔ لہٰذا ایف سی آر کے علاوہ کرپٹ طرز حکمرانی اور انتظامی ادارے وہ بڑی وجوہات ہیں جن کی بناء پر خطے میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں اور معاشی طور پر یہ خطہ ناکام ہے۔

انسانی حقوق کمیشن پاکستان کی رپورٹ 2013 کے مطابق ''خطے میں سکیورٹی فورسز کی کارروائیوں سے پہلے علاقے (فاٹا) کے لوگ وہاں سے نکل گئے اور بعض اطلاعات کے مطابق فوج نے جب علاقے کو عسکریت پسندوں سے کلیئر کر لیا تو نقل مکانی کرنے والوں سے یہ عہد دینے کو کہا گیا کہ واپسی پر وہ طالبان کو اپنے علاقوں سے باہر رکھنے کے لئے اپنے پرائیویٹ ملیشیا بنائیں گے''۔ اس میں مزید کہا گیا ہے کہ ''مقامی معیشت ڈھیر ہوگئی اور یہ خطہ جس کے بارے میں کچھ سال پہلے مشہور تھا کہ پورے ملک کو پھل اور سبزیاں یہاں سے جاتی ہیں اب تقریباً ہر چیز کی فراہمی کے لئے پاکستان کے دوسرے علاقوں کا محتاج ہو کر رہ گیا ہے۔ سال 2013 میں فاٹا کے سات قبائلی اضلاع میں 293 حملے ہوئے جن میں 425 اموات واقع ہوئیں جبکہ 932 افراد زخمی ہوئے''۔ جدول 3 میں خطے میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی صورتحال پیش کی گئی ہے:

جدول 3: فاٹا میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں

	تشدد کی قسم	بدسلوکی کی نوعیت
01	حملے (شہریوں پر)	239 اموات اور 390 زخمی
02	پولیو کارکنوں پر حملے	45 کارکن اور گارڈ موت کا شکار ہوئے
03	ڈرون حملے	114 موت کا شکار ہوئے
04	نقل مکانی (آئی ڈی پیز)	2008 سے اب تک باجوڑ، شمالی وزیرستان، جنوبی وزیرستان، مہمند اور خیبر ایجنسی سے 35 لاکھ کے لگ بھگ افراد نقل مکانی کر چکے ہیں۔

ذریعہ: انسانی حقوق کمیشن پاکستان 2014، ایف ڈی ایم اے، (فاٹا میں میڈیا کو رسائی دے دی جائے تو یہ تعداد کہیں زیادہ ہو سکتی ہے)

یوں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے معاشی محرومی اور میڈیا کو فاٹا کے زمینی حقائق سے قطع تعلق رکھنے تک تمام مسائل کی جڑ فاٹا کا وہ انتظامی نظام ہے جس پر سیاہ قانون، ایف سی آر کے ذریعے عملدرآمد کیا جاتا ہے۔ یہ نظام ہر اس آواز کو خاموش کر دیتا ہے جو اس قانون کے خلاف بلند کی جائے۔ حال ہی میں فاٹا کے ارکان پارلیمان نے بھی 22 ویں آئینی ترمیم تجویز کی ہے جس میں ایف سی آر کے مکمل خاتمے کی کوشش کی گئی اور فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں ضم کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ بڑی ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے ایف سی آر کے ''نمک خواروں'' نے تجویز کر دیا ہے کہ فاٹا کو الگ صوبہ ہونا چاہئے یا یہاں گلگت بلتستان طرز کا نظام اپنایا جائے جو جغرافیائی، سیاسی اور معاشی لحاظ سے فاٹا کے لئے قابل عمل نہیں ہے۔ اس وقت خیبر پختونخواہ میں ضم کرنا ہی واحد عملی اور ایسا حل ہے جس کے ذریعے غالباً خطے کی خوشحالی یقینی بنائی جا سکتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ فاٹا کا تجزیہ 2015 http://www.satp.org/satporgtp/countries/pakistan/Waziristan/index.html
2۔ صنعتوں، خدمات کے شعبے کے اداروں اور فاٹا میں رکاوٹوں کی نشاندہی پر سروے کے اعداد وشمار، اکتوبر 2010، ایف ڈی اے http://fatada.gov.pk/Docs/Industries/IndustriesSurveyReport.pdf
3۔ فاٹا کے ترقیاتی اعداد وشمار 2013 http://fata.gov.pk/download-details-fac.php?fid=41&id=35
4۔ پی ایس ایل ایم 2013-14 http://www.pbs.gov.pk/content/pakistan-social-and-living-standards-measurement-survey-pslm-2013-14-national-provincial

فاٹا میں اصلاحات: ایک عملی سوچ یا پھسلن زدہ ڈھلوان[1]

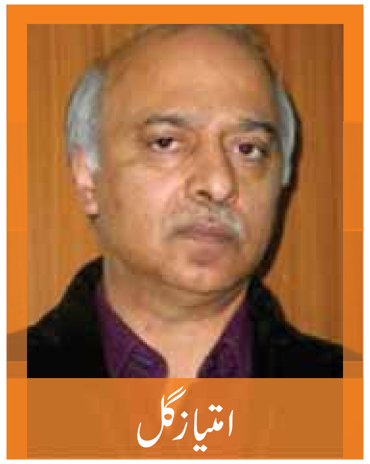

ایگزیکٹو ڈائریکٹر، سنٹر فار ریسرچ اینڈ سیکیورٹی سٹڈیز
مصنف: "Pakistan: Pivot of Huzbul Tahrir's Global Caliphate"

اک دنیائے نامعلوم کا سفر

دسمبر 2006 میں اس وقت کے فوجی آمر جنرل پرویز مشرف نے وفاق کے زیرانتظام قبائلی علاقہ جات پر گفتگو کے لئے ایک بڑا اجتماع اکٹھا کیا۔ شرکاء میں فاٹا سیکرٹیریٹ[2] کے افسران، پولیٹکل ایجنٹس، ریاستوں اور فرنٹیئر ریجنز (سیفر ون)[3] کی وزارت کے نمائندگان، گورنر خیبر پختونخواہ، خطے سے تعلق رکھنے والے قابل ذکر عمائدین اور سیاست دانوں کے علاوہ فوجی اسٹیبلشمنٹ کے نمائندے شامل تھے۔ صدر کا ارادہ تھا کہ فاٹا کے تمام متعلقہ فریقوں کو ایک کمرے میں جمع کیا جائے اور فاٹا کا مستقبل طے کرلیا جائے۔ تقریباً تین دن، دھواں دھار تقریریں، شاندار منصوبے اور اصلاحاتی تجاویز جو سیاسی اور فوجی اشرافیہ کے درمیان ادھر سے ادھر سے ہوتی رہیں۔ بہرحال ان خوشامدی بیوروکریٹوں اور ملکوں میں واحد قدر مشترک یہ نظر آئی کہ وہ جنرل مشرف کی غیر مشروط اور یک زبان تعریفیں کئے چلے جاتے تھے کہ وہ کچھ کریں۔

تاہم تیسرے روز اس سارے جوش وخروش میں کچھ ہوش کو بھی راہ ملی اور شرکاء نے پرویز مشرف کو خبردار کیا کہ وہ فاٹا میں رائج موجودہ نظام کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔ کئی دن تک غور وخوض کے باوجود یہ اجتماع فاٹا کے لئے کسی ممکنہ اصلاحات پر متفق نہ ہو پایا۔ کانفرنس میں شریک ایک پولیٹکل ایجنٹ نے اس اجلاس کو یاد کرتے ہوئے فاٹا میں اصلاحات پر رتی برابر بھی اچھی امید کا اظہار نہ کیا جس کے لئے ان کا کہنا تھا کہ فوج خطے میں جاری بغاوت کے پیش نظر تبدیلی سے گریزاں ہے۔

فاٹا میں فوج کی ''دلچسپی'' اس وقت بھی عیاں نظر آئی جب 2009 میں آئینی اصلاحات پر ایک 27 رکنی کمیٹی نے بھرپور غور وخوض کیا اور بالآخر وفاقی آئین کے 101 آرٹیکلز میں ترامیم سامنے رکھ دیں۔ تاہم ان میں سے کوئی بھی ترمیم ان آرٹیکلز پر لاگو نہیں ہوتی تھی جن کا ذکر بھی اس مجوزہ فہرست میں نہیں ملتا تھا: جزو XII: متفرق - باب III: قبائلی علاقہ جات، بالخصوص آرٹیکل 246 - جو جغرافیائی لحاظ سے ''قبائلی علاقہ جات''، ''صوبوں کے زیرانتظام قبائلی علاقہ جات'' اور ''وفاق کے زیرانتظام قبائلی علاقہ جات'' کی تعریف کرتا ہے - اور آرٹیکل 247 - جو صدر کو تمام تر اختیارات دیتا ہے اور ان علاقوں کو کسی پارلیمانی قانون سازی سے خارج کرتا ہے یا سپریم کورٹ یا کسی ہائی کورٹ کو قانونی دائرہ اختیار نہیں دیتا۔

عوامی نیشنل پارٹی (اے این پی) اور پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کے نمائندوں کا خیال تھا کہ فوج فاٹا پر کسی بھی بات چیت کی مخالف تھی۔ جمعیت علمائے اسلام فضل الرحمان (جے یو آئی - ایف) کے ارکان سے جب فاٹا کی آئندہ ہئیت کے بارے میں پوچھا گیا تو ان کا موقف مبہم رہا[4]۔ ویسے تو تقریباً سبھی قابل ذکر شخصیات فاٹا میں اصلاحات کی ضرورت پر متفق تھیں لیکن کسی کی طرف سے کوئی دیرپا حل سامنے نہ آیا اور یوں فاٹا کی قسمت کے بارے میں کچھ نہیں ہو پایا تو اس کا سارا الزام فوج کے گلے ڈال دیا گیا۔ فوجی افسران بشمول جنرل طارق خان جو اس وقت فرنٹیئر کور کے انسپکٹر جنرل تھے، کی طرف سے یہ تاثرات سامنے آئے کہ ارکان پارلیمان نے ''ہم سے ہماری رائے پوچھی اور ہم نے انہیں بتا دیا کہ یہ وقت درست نہیں ہے''۔ لیکن انہوں نے اس بات کی بھی نشاندہی کی کہ فوج نے یہ معاملہ ارکان پارلیمان کی مرضی پر چھوڑ دیا کہ وہ فاٹا کے ساتھ جو چاہیں کریں۔

دونوں فریقوں کے اس رویئے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اٹھارہویں آئینی ترمیم پر ہونے والی کارروائیوں سے فاٹا صحیح معنوں میں باہر رہا[5]۔ اس سے بھی یہی حقیقت آشکار ہوگئی کہ فاٹا کی محرومی کا الزام صرف فوج کو نہیں دیا جاسکتا۔

ضوابط کا معاملہ

خطے کی سیاست کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس کی تاریخ اور فاٹا کی موجودہ حیثیت کی نوعیت کے علاوہ فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر)[6] کا جائزہ لیا جائے جو ایک برطانوی ضابطہ ہے جو سو سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے اس وقت کے قانون شکن پشتون قبائل کو لگام دینے کے لئے متعارف کرایا گیا اور جس پر آج تک پاکستان کی حکمران اشرافیہ ثابت قدم چلی آ رہی ہے۔

ایف سی آر 1901 میں وضع کیا گیا جو 1867 کے Murderous Outrages Regulation کے ارتقاء کا نتیجہ تھا جس سے انگریز حکمرانوں کو، جو تاریخی طور پر قبائلی خطے میں اپنی عملداری قائم نہیں کر پائے، قتل جیسے گھناؤنے جرائم پر افراد کے خلاف قانونی چارہ جوائی کے اختیارات مل گئے۔ 1947 میں پاکستان نے نہ صرف ایف سی آر کو اپنا لیا بلکہ اس میں ایک شق کا اضافہ کر دیا جس سے اسے کسی فرد کو اس کا جرم بتائے بغیر گرفتار کرنے کی اجازت مل گئی۔ اس وقت سے تقریباً ساری دنیا ایف سی آر کو ظلم واستبداد کا ایک نظام، فرسودہ، ناقص مشوروں کی پیداوار اور ڈریکولائی سمجھتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس ضابطے میں کئی بار ترامیم کی گئی ہیں لیکن تقریباً کبھی بھی ان سے فاٹا کے عوام کو فائدہ نہیں پہنچا۔

ایف سی آر میں بنیادی طور پر 64 سیکشن شامل تھے جو زیادہ تر بدنیتی پر مبنی تھے۔ اگرچہ 2011 میں نظرثانی کے بعد 52 سیکشن رہ گئے لیکن آج بھی اس میں ڈریکولائی سیکشن موجود ہیں جیسے 30-21، 32، 34 اور 40۔ سیکشن 30-21، اجتماعی ذمہ داری کی شق کے طور پر بھی جانے جاتے ہیں۔ ان سے قبائل کو اپنے کسی ایک رکن کے فعل پر سزاوار ٹھہرانے کا موقع مل جاتا ہے۔ سیکشن 34 قبائلیوں کے گھروں اور املاک کو ایسی صورت میں مسمار کرنے کی اجازت دیتا ہے جب مثال کے طور پر ریاست اراضی حاصل کرنے کی خواہشمند ہو۔ سیکشن 32 پوری پوری آبادیوں کو نیست ونابود کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ سیکشن 40، جو شاید سب سے زیادہ غلط استعمال ہونے والا سیکشن ہے، انتظامیہ کو کسی خاطر خواہ شواہد کے بغیر محض شبہ کی بناء پر کسی فرد کو ممکنہ طور پر سالوں حراست میں رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ایف سی آر کے تحت ملزم کے پاس اپیل کرنے اور اپنی بے گناہی ثابت کرنے کا بھی کوئی راستہ نہیں۔

فاٹا میں عسکریت پسندی کو اس نہج تک لانے کا سہرا بھی ایف سی آر کو جاتا ہے جس کے بارے میں کئی حلقوں کا بچگانہ خیال ہے کہ اس نے باقی ماندہ ملک کو بھی پراگندہ کیا۔

پشاور یونیورسٹی کے پروفیسر اعجاز خان سمجھتے ہیں کہ قانون کی حکمرانی عائد کرنے اور شعبہ انصاف میں خدمات کی فراہمی بہتر بنانے کے ایک آلہ کے طور پر ایف سی آر گیارہ ستمبر کے بعد پہلے کے مقابلے میں زیادہ کمزور ہوگیا۔ طالبان جب افغانستان سے فرار ہوئے تو ان میں سے کئی القاعدہ اور آئی ایم یو[7] کے جنگجوؤں کے ساتھ آکر فاٹا میں آباد ہوگئے کیونکہ یہاں ناقص طرز حکمرانی، ترقی کے فقدان، لوگوں کی فلاح کے لئے کام کرنے والے کسی عدالتی یا انتظامی نظام کی عدم موجودگی، ناخواندگی اور ریاست کے خلاف غم وغصے کی وجہ سے سکیورٹی کا خلاء پہلے سے موجود تھا، اور ان سب باتوں نے عسکریت پسندوں کو مدد دی کہ وہ اس خطے کو اپنی محفوظ پناہ گاہ بنالیں۔

ایف سی آر خواتین کے معاملے پر بھی بالکل خاموش ہے اور انہیں کوئی حقوق نہیں دیتا۔

یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ایف سی آر کے تسلسل اور فاٹا کی حیثیت پر کسی پیشرفت کے فقدان نے فاٹا کے باشندوں اور وفاق کے درمیان خلاء کو وسعت دینے کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔

فاٹا پاکستان کا واحد خطہ ہے جہاں پارلیمان قانون سازی نہیں کرسکتی اور اعلیٰ عدالتیں قانونی چارہ جوئی نہیں کرسکتیں۔ مثال کے طور پر وفاقی آئین کے آرٹیکل (c)1 میں بھی ترمیم کرنا پڑتی کیونکہ اس میں وفاق کے زیرانتظام قبائلی جات (فاٹا) کی تعریف بلوچستان، خیبر پختونخواہ، پنجاب، سندھ کے چار صوبوں اور وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کے علاوہ جمہوریہ کی علاقائی حدود کے طور پر کی گئی ہے۔[8]

مزے کی بات یہ ہے کہ پشاور ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس میاں فصیح الملک کی زیرسربراہی ایک پانچ رکنی بنچ نے 7 اپریل 2014 کو اپنے ایک فیصلے میں وفاقی پارلیمان کو مشورہ دیا کہ وہ آئین کے آرٹیکل (7)247 میں ترمیم کرے۔

اس آرٹیکل میں کہا گیا ہے کہ ''سپریم کورٹ اور نہ ہی ہائی کورٹ قبائلی علاقہ جات کے حوالے سے آئین کے تحت کسی دائرہ کار کا استعمال نہیں کریں گی تاوقتیکہ مجلس شوریٰ (پارلیمان) قانون کے تحت بصورت دیگر طے نہ کردے''۔[9]

اپنے فیصلے میں عدالت نے خیال ظاہر کیا کہ فاٹا کے عوام کی بنیادی حقوق سے محرومی نے قبائلی علاقہ جات کو ''انتہائی خطرناک مقام'' کی طرف دھکیل دیا ہے۔ عدالت نے اس بات پر زور دیا کہ آئین نے فاٹا کے عوام کے بنیادی حقوق کی ضمانت دی ہے پھر بھی وہ ایک شخص یعنی پولیٹکل ایجنٹ کے رحم وکرم پر ہیں''۔ عدالت نے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ ایف سی آر کے تحت شہریوں کو قانونی نمائندگی، معقول شواہد پیش کرنے یا اپیل کا حق استعمال کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔[10]

یہ علاقہ گورنر (بطور صدر کا نمائندہ) خیبر پختونخواہ کے زیرانتظام، سیفرون اسلام آباد کی نگرانی کے تحت چل رہا ہے۔ عجیب سی بات یہ ہے کہ قومی اسمبلی میں فاٹا سے تعلق رکھنے والے دس اور سینیٹ کے آٹھ ارکان ملک کے کسی بھی حصے کے بارے میں بلوں پر قانون سازی کر سکتے ہیں لیکن ان رائے دہندگان کے لئے نہیں جن کی وہ نمائندگی کرتے ہیں انہیں آئین کے آرٹیکل 247 کے تحت کوئی تکنیکی یا سیاسی اختیارات حاصل نہیں۔ اصل اختیارات پولیٹکل ایجنٹ کے ہاتھ میں ہیں۔

سیاسی لحاظ سے باکفایت

انگریز کیتھولک مورخ، مصنف اور سیاست دان جان ڈالبرگ ایکٹن نے ایک بار کہا تھا کہ ''اختیار کرپٹ بناتا ہے اور کلی اختیار کلی طور پر کرپٹ بنا دیتا ہے''۔ پاکستان میں یہ مثال قبائلی علاقوں کو چلانے والے پولیٹکل ایجنٹوں پر بالکل صادق آتی ہے۔ پولیٹکل ایجنٹ: الف) ریاست کی اتھارٹی کی علامت ہیں، ب) قبائلی عوام کے وکیل ہیں، اور، ج) عوام اور حکومت کے درمیان رابطے کا کام دیتے ہیں۔ پولیٹکل ایجنٹ تین سرکاری حیثیتوں میں کام کرتا ہے: الف) عہدیدار افسر، ب) ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، ج) سیشن جج۔ وہ کرفیو نافذ کرسکتا ہے، ضمانت مسترد کرسکتا ہے اور کسی کو غیر معینہ مدت کے لئے بند کرسکتا ہے۔

تقریباً ہر شخص کے نزدیک پولیٹکل ایجنٹ کا کردار[11] ایسے کرپٹ افسران کا ہے جو بے پناہ اختیارات سے لیس ہیں۔

35,000 کے لگ بھگ ملکوں[12] (قبائل کے عہدیدار یا نمائندے) کی معاونت اور قوت سے ایف سی آر کو اکثر عین سیاسی انتقام کے لئے فلکرم کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اشرافیہ اور امیر لوگ بڑی آسانی سے ایف سی آر کو اپنے حق میں استعمال کر کے سزا سے بچ جاتے ہیں (چار ملکوں کی طرف سے اعتماد کا ووٹ آپ کو حراست سے بچا سکتا ہے) اور اپنے مقابل کا قلع قمع کرنے، دشمنوں کو سزا دینے یا میدان اپنے حق میں صاف کرنے کے لئے آلہ کار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ کس طرح اس ظالمانہ اور غیر منصفانہ نظام کو وسائل اور قوت کے حامل لوگ غلط استعمال کر سکتے ہیں جبکہ نوجوان اور سماجی واقتصادی صف بندی میں سب سے نیچے آنے والے طبقات اس سے کس قدر نفرت کرتے ہیں۔

اوپر کی باتوں سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ فوجی اسٹیبلشمنٹ تاریخی طور پر فاٹا کی حیثیت میں تبدیلیوں کی مخالف رہی ہے۔ وہ ایف سی آر میں اصلاحات پر پیشرفت میں بھی ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ فاٹا میں ملک (جو حالات بہتر بنانے میں ایک اہم کردار ادا کرسکتے تھے[13]) اور اشرافیہ کے لوگ جن میں وزراء، کاروباری افراد اور دیگر اہل ثروت اور وہ لوگ جنھیں کسی تردد کے بغیر زندگی کی تمام تعیّشات اور مراعات میسر ہیں، بھی خطے میں اصلاحات کے مخالف ہیں۔ فاٹا سیکرٹیریٹ یہاں ایک اہم متعلقہ فریق ہے۔ گورنر کے ماتحت اس سیکرٹیریٹ، جس میں سات پولیٹکل ایجنٹ اور ان کا متعلقہ عملہ شامل ہیں (جسے آپ اسلام آباد اور پشاور کے سپر پاور قسم کے بیوروکریٹس کی بگڑی شکل قرار دے سکتے ہیں) کے لئے جوں کی توں صورتحال کو برقرار رکھنے میں بے پناہ مالی مفادات پنہاں ہیں۔ ان میں جو سب سے زیادہ طاقتور نظر آتے ہیں ان کا تعلق خیبر اور باجوڑ کی ایجنسیوں، بنوں (شمالی وزیرستان) اور ڈیرہ اسماعیل خان (جنوبی وزیرستان) سے ہے۔

موجودہ پیشرفت

فاٹا میں اصلاحات پر زور کوئی نئی بات نہیں۔ 2006 میں پرویز مشرف کے ساتھ ہونے والا اجلاس اور 2009 کی آئینی اصلاحات اس کی محض دو مثالیں ہیں۔ 2010 میں فاٹا اصلاحات پر سیاسی جماعتوں کی مشترکہ کمیٹی نے فاٹا کے لئے گیارہ اصلاحات تجویز کیں۔ انہیں یہ کہہ کر خوب لتاڑا گیا کہ یہ حکومتی مفادات کی اسیر ہیں۔ اگست 2011 میں اس وقت کے صدر آصف علی زرداری نے ایف سی آر میں ترمیم کے لئے ایک صدارتی حکم[14] جاری کیا۔ اگرچہ اپنے دائرہ کار کے اعتبار سے یہ برائے نام تھا لیکن آج بھی اسے اس ضابطے میں اب تک کی سب سے زیادہ عملی اور نمایاں تبدیلی کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔

کچھ سال بعد مئی 2014 میں سنٹر فار ریسرچ اینڈ سیکیورٹی سٹڈیز (سی آر ایس ایس) نے فاٹا کے لئے ایک عوامی مہم چلانے کا بیڑہ اٹھایا اور اس بار یہ کام 20 اقساط پر مشتمل ٹی وی شوز کے سلسلے اور 60 ریڈیو شوز سے لیا گیا جس میں تقریباً 50 قابل ذکر شخصیات مثلاً فاٹا کے ارکان پارلیمان، کاروباری افراد، سول سوسائٹی ارکان اور بڑی سیاسی جماعتوں کے نمائندوں نے اپنا کردار ادا کیا۔ مضحکہ خیز بات یہ کہ ان میں ہونے والی تمام تر گفتگو سے ایک بکھری ہوئی سی تصویر سامنے آئی کہ زیادہ تر نوجوان، طلبہ، سول سوسائٹی اور کم عمر ارکان پارلیمان فاٹا کی موجودہ حیثیت کے خاتمے کی بھرپور وکالت کرتے ہیں۔ تاہم زیادہ تر ارکان پارلیمان اور کاروباری افراد نے فاٹا کی حیثیت میں مرحلہ وار

اور بتدریج تبدیلی کی بات کی جس کے لئے فاٹا کو پشاور ہائی کورٹ کی عملداری میں لایا جائے اور یہاں مقامی حکومت کے انتخابات کرائے جائیں۔ یہاں تک کہ بعض افسران کا یہ بھی کہنا تھا کہ موجودہ حالات میں فاٹا کو چھیڑنا ایک خطرناک بات ہے۔ یہ اس سیاسی تقسیم کی عکاسی کرتی ہے جس پر گزشتہ سطور میں بات کی گئی ہے۔[15]

ابھی کچھ عرصہ پہلے ستمبر 2015 میں فاٹا اصلاحاتی کمیشن کی رپورٹ کے تقریباً تین ماہ بعد ذرائع نے عندیہ دیا کہ ''قبائلی علاقہ جات کو آباد کار اضلاع میں ضم کرنے کے مرحلہ وار طریقہ کار[16] '' پر کام ہو رہا ہے۔ بارش کے پہلے قطرے کے طور پر فاٹا کی ایجنسیوں باجوڑ اور مہمند کو پاٹا میں ضم کیا جائے گا۔ تبدیلی کے اس عمل پر اندازاً آٹھ سے دس ماہ کا وقت لگے گا اور یہ دوسرے علاقوں کو عام پاکستان میں لانے کے لئے ایک سیڑھی کا کردار ادا کریں گے۔ 9 ستمبر کو فاٹا کے ارکان پارلیمان نے قومی اسمبلی میں 22 واں آئینی ترمیمی بل پیش کیا جس میں قبائلیوں کو مکمل شہری حقوق دینے، خطے کو اعلیٰ عدالتوں کے دائرہ اختیار میں لانے اور فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں ضم کرنے کے لئے آرٹیکل 246/247 میں ترامیم تجویز کی گئی ہیں۔[17]

مستقبل کا لائحہ عمل

فاٹا اصلاحات پر سی آر ایس ایس کی طرف سے کئے جانے والے پروگراموں کے سلسلے ''موونگ قبائل'' سے اس بارے میں کئی طرح کے مجوزہ حل اور خیالات سامنے آئے کہ قبائلی علاقہ جات کے اس ایک صدی پرانے مسئلے سے کس طرح نمٹا جائے۔ اس پروگرام سے سب کے سامنے ان جذبات کی تصدیق ہوگئی کہ فاٹا کے لوگ ایف سی آر کو یہاں پیدا ہونے والے عوارض کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اور وقت کا تقاضا ہے کہ اسے منسوخ کیا جائے، اس میں اصلاح کی جائے یا یکسر ختم کر دیا جائے۔ جوں کو توں صورتحال جاری نہیں رہ سکتی۔ فاٹا کے لوگوں کے پاس شاید سبز پاسپورٹ تو ہو لیکن آئین کا آرٹیکل 247 اور ایف سی آر انہیں بنیادی انسانی حقوق اور شہری آزادیوں سے محروم رکھتے ہیں حالانکہ ملک کے تمام دیگر علاقوں کے شہریوں کو یہ میسر ہیں۔ وفاق کے زیر انتظام ''بیگانگی'' کا شکار قبائلی علاقہ جات زندگی، سلامتی، انصاف اور اظہار کے اپنے حق سے محروم ہیں۔

ایف سی آر کے مجوزہ خاتمے یا بنیادی حقوق کی روشنی میں اس میں جامع تبدیلیوں پر فاٹا کی حیثیت پر تین ممکنہ راستے سامنے آتے ہیں۔ فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں ضم کیا جاسکتا ہے، اسے ایک صوبہ بنایا جاسکتا ہے یا فاٹا کو اپنے ایک گورنر مع مرکزی کونسل کے علاوہ ایجنسی اور تحصیل کونسلوں کے ذریعے چلایا جاسکتا ہے۔ بائیسویں آئینی ترمیم میں ان میں سے پہلا ممکنہ راستہ تجویز کیا گیا ہے[18]۔ اس میں ناکامی پر مسائل کے ایک پلندے کو نمٹانا پڑے گا۔ ان میں پولیٹکل ایجنٹوں کا اثر و رسوخ، انتظامیہ اور عدلیہ کی علیحدگی، فاٹا کونسل، بلدیاتی انتخابات کا انعقاد، خواتین کی نمائندگی، ترقی، تعلیم و صحت کی سہولیات اور عدلیہ کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے حکومت کا اثر و رسوخ شامل ہیں۔

موجودہ حالات میں دو چیزیں بیک وقت ہوتی نظر آتی ہیں کہ پہلے قدم کے طور پر دو ایجنسیوں کو پاٹا میں ضم کیا جائے گا اور ایف سی آر کا یکسر خاتمہ کر دیا جائے گا اور پھر فاٹا کو صوبہ خیبر پختونخواہ میں ضم کر دیا جائے گا۔ ان دونوں حوالوں سے پیشرفت ان لوگوں کے لئے امید کی کرن ہے جن کے ساتھ سابق گورنر جنرل (ریٹائرڈ) علی محمد جان اورکزئی کے بقول ''پنجرے میں بند بندروں والا سلوک ہوتا رہا ہے''۔ لیکن کہنا پڑتا ہے کہ یہ حالیہ پیشرفت نہ تو سرکاری ہے اور نہ ہی جلد متوقع ہے۔ فاٹا کے بیشتر ارکان پارلیمان فاٹا کو مجموعی دھارے میں لینے کے لئے موجودہ حیثیت میں آہستہ آہستہ تبدیلی لانے پر یقین رکھتے ہیں۔

تاہم جوں کی توں صورتحال کی حامی قوتوں کا زور ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ ہے جو جامع اصلاحات کے حق میں ہیں جن کے تحت ملکی قانون فاٹا میں بھی نافذ کیا جاسکے اور یوں اسے قومی دھارے میں لایا جاسکے۔ اورکزئی، خیبر اور باجوڑ کو بالترتیب پشاور اور سوات کے اضلاع میں ضم کرنا غالباً فاٹا کی ان ایجنسیوں کو قومی دھارے میں لانے کی جانب پہلا قدم ہوگا۔

حالات کا پانسہ پلٹنے کے لئے ایسے سلسلہ وار نظاموں کو بروئے کار لانا ہوگا جو اس طاقتور سیاست کا اثر زائل کرنے میں مدد دیں جو تبدیلی کی کسی بھی کوشش پر بھرپور مزاحمت کرتی ہے۔ اعلیٰ ترین سطح پر سیاسی عزم کے پیش نظر اوپر گہری جڑیں رکھنے والے جن مخصوص مفادات کا ذکر کیا گیا ہے انہیں ختم کیا جاسکتا ہے۔ یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ صدر آرٹیکل 247 کے تحت اپنے اختیارات سے پارلیمان کے حق میں دستبردار ہو جائیں جس کے بعد حکمران جماعت فاٹا کی حیثیت میں تبدیلی کے عمل کو فعال طریقے سے آگے بڑھائے۔ اس کے لئے بڑی سیاسی جماعتوں کو ان دلائل کا منہ بند کرنا ہوگا جو اکثر جوں کی توں صورتحال کی حامی قوتوں یعنی بیوروکریٹس، ملکوں، سکیورٹی اسٹیبلشمنٹ اور ان قوتوں کا راگ الاپنے والوں کی طرف سے چھیڑ دیئے جاتے ہیں۔

1 یہ آرٹیکل بڑی حد تک مصنف کی ذاتی تحریروں، ممتاز پشتون قائدین اور دانشوروں کے ساتھ ملاقاتوں اور ایڈووکیسی کی اس مہم کی بنیاد پر تیار کیا گیا ہے جو انہوں نے سنٹر فار ریسرچ اینڈ سکیورٹی سٹڈیز کے سربراہ کے طور پر چلائی۔

2 فاٹا سیکرٹیریٹ گورنر کا انتظامی بازو ہے جو وفاق پاکستان کے نمائندے کی حیثیت سے فاٹا کی دیکھ بھال کرتا ہے۔

3 سیفرون پاکستان کی ایک وفاقی وزارت ہے جس کے سربراہ اس وقت لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقادر بلوچ ہیں جو فاٹا سمیت قبائلی علاقہ جات کے مسئلے نمٹانے کی ذمہ دار ہے۔

4 سیاست دانوں اور فوجی نمائندوں سے کئے گئے مصنف کے انٹرویو۔

5 http://www.na.gov.pk/uploads/documents/report_constitutional_18th_amend_bill2010_020410_.pdf

6 http://fatareforms.org/2011/08/27/fcr/

7 اسلامک موومنٹ آف ازبکستان (آئی ایم یو) 1998 میں تشکیل دیا گیا عسکریت پسند اسلامسٹ گروہ ہے جو وقت کے ساتھ افغانستان میں بھی پھیل گیا اور گیارہ ستمبر کے نتیجے میں افغانستان پر امریکی حملے کے بعد یہاں سے فرار ہوگیا۔

8 http://fatareforms.org/2014/08/12/peshawar-high-court-fata-judgment-analysis/

9 http://tribune.com.pk/story/704500/venturing-into-tribal-areas-detailed-judgment-outlines-phc-jurisdiction-in-fata/

10 http://fatareforms.org/2014/08/12/peshawar-high-court-fata-judgment-analysis/

11 http://fata.gov.pk/Global.php?iId=29&fid=2&pId=25&mId=13

12 http://fatareforms.org/2014/05/22/fcr-role-maliks-fata-system-audio/

13 http://www.thenews.com.pk/Todays-News-9-211298-Fata-revive-the-Malik-system

14 http://tribune.com.pk/story/229954/president-zardari-signs-fata-political-parties-order-2002-extension/

15 اس مہم کے لئے سی آر ایس ایس نے نیشنل ڈیموکریٹک انسٹی ٹیوٹ کے ساتھ مل کر کام کیا۔

16 http://tribune.com.pk/story/949674/streamlining-bajaur-mohmand-to-be-merged-into-pata/

17 http://tribune.com.pk/story/954097/proposed-22nd-amendment-fata-mps-upbeat-about-support-of-two-thirds-majority/

18 جنرل (ر) اورکزئی سے ستمبر 2005 میں گورنر ہاؤس میں کیا گیا مصنف کا انٹرویو

بائیسویں آئینی ترمیم اور فاٹا کو قومی دھارے میں لانے کا عمل

محمد انور

ایگزیکٹو ڈائریکٹر

سنٹر فار گورننس اینڈ پبلک اکاؤنٹیبلٹی (سی جی پی اے)

بائیسویں آئینی ترمیم کا بل 9 ستمبر 2015 کو قومی اسمبلی میں جمع کرایا گیا۔ یہ بل پاکستان کے قبائلی علاقہ جات میں طرز حکمرانی کے لئے بے پناہ مضمرات کا حامل ہوگا۔

پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار فاٹا سے تعلق رکھنے والے 19 ارکان پارلیمان نے مل کر فاٹا کو قومی دھارے میں لانے کی کوششوں میں حصہ لیا۔ اس گروپ کی طرف سے تجویز کئے گئے بائیسویں آئینی بل کے مطابق فاٹا کو خیبر پختونخواہ کے قبائلی علاقہ جات کا حصہ بنا دیا جانا چاہیئے اور فاٹا کو اعلیٰ عدالتوں کے دائرہ اختیار میں لایا جانا چاہیئے۔ یہ دوسری تجویز سینیٹر فرحت اللہ بابر کی طرف سے پیش کی گئی ہے جس کا ذکر انہوں نے صفحہ ... پر دیئے گئے اپنے انٹرویو میں بھی کیا ہے۔ قانون و انصاف پر سینیٹ کی مقننہ کمیٹی[1] پہلے ہی اس کی منظوری دے چکی ہے البتہ اسے سینیٹ میں ووٹنگ کے لئے پیش کرنے کا مرحلہ باقی ہے۔ آرٹیکل 239(4) کے تحت اس ترمیم کی منظوری کے لئے خیبر پختونخواہ اسمبلی کی دو تہائی اکثریت اور پارلیمان کی دو تہائی اکثریت کی طرف سے اس کی تائید ضروری ہے۔

یہ بل خطے کے لئے دو بڑے مضمرات کا حامل ہوگا۔ پہلا، فاٹا کو عدالتوں کے دائرہ اختیار میں لانے سے یہ علاقہ فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر) سے پاک ہوسکتا ہے۔ آئین کا آرٹیکل 184 اور آرٹیکل 199 سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کو شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لئے کام کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ ایف سی آر اجتماعی ذمہ داری جیسی کئی دفعات کی بناء پر متعدد بنیادی انسانی حقوق کے منافی ہے۔ فاٹا میں طرز حکمرانی کو قومی دھارے میں لانے کی متعدد کوششیں کی جا چکی ہیں جیسے 2011 میں فاٹا ٹریبونل متعارف کرایا گیا جو پولیٹکل ایجنٹوں کے عدالتی اختیارات پر اپیل سننے والے ادارے کا کام دیتا ہے۔ تاہم آج بھی پولیٹکل ایجنٹ اپنے دائرہ اختیار میں آنے والی ایجنسیوں کے واحد فیصلہ ساز ہیں۔ فاٹا ٹریبونل فاٹا میں انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے عدالتوں کا متبادل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ہونا چاہیئے۔

دوسرا، یہ ترمیم فاٹا کے لئے صوبائی نمائندگی کو یقینی بنائے گی۔ فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں ضم کرنے سے صوبائی اسمبلی میں فاٹا کے نمائندوں کی نشستیں یقینی ہو جائیں گی۔ پاکستان میں وفاقی ڈھانچہ رائج ہے اور فاٹا کو براہ راست وفاق کے انتظامی کنٹرول میں رکھنا کسی بھی طور معقول نہیں لگتا۔ یہ نیشنل فنانس کمیشن (این ایف سی) ایوارڈ کے لئے بھی مضمرات کا حامل ہوگا۔ فاٹا کو این ایف سی ایوارڈ میں وفاق کے حصے سے فنڈز دیئے جا رہے ہیں جو ریاستوں اور فرنٹیئر ریجنز (سیفرون) کی وزارت کے ذریعے فراہم کئے جاتے ہیں۔ فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں شامل کرنے کے بعد این ایف سی ایوارڈ میں خیبر پختونخواہ کا حصہ بڑھانا ضروری ہو جائے گا۔ اس سے صوبائی حکومت کو بھی اختیار مل جائے گا کہ وہ ان قبائلی علاقہ جات میں صوبائی قوانین کے نفاذ کے لئے گورنر خیبر پختونخواہ کے ذریعے صدر کو سمریاں بھجوائے۔

تاہم یہ ترمیم قبائلی علاقہ جات میں رائج طرز حکمرانی کے ڈھانچے میں پائی جانے والی کئی خامیوں کا ازالہ نہیں کرتی۔ یہ پارلیمان کے علاوہ خیبر پختونخواہ یا بلوچستان کی صوبائی اسمبلیوں کو بھی قبائلی علاقہ جات کے لئے قانون سازی کا اختیار نہیں دیتی۔ صدر اور خیبر پختونخواہ اور بلوچستان کے گورنر صاحبان کو قبائلی علاقہ جات کے حوالے سے قانون سازی کے اختیارات اسی طرح حاصل رہیں گے۔ اس ترمیم میں قبائلی علاقہ جات کے شہریوں کو درپیش جمہوری نمائندگی کے اہم ترین مسئلے کا ازالہ بھی نہیں کیا گیا۔ یہ مسئلہ دور کئے بغیر فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں شامل کرنا قانون سازی کے معاملے میں خیبر پختونخواہ صوبائی اسمبلی کے لئے سنگین مضمرات کا حامل ہوگا۔ اگر فاٹا کو خیبر پختونخواہ کے زیر انتظام پاٹا (صوبے کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات) میں شامل کیا جاتا ہے تو خیبر پختونخواہ اسمبلی میں خیبر پختونخواہ کے قبائلی علاقہ جات کی نمائندگی بمشکل 50 فیصد ہوگی۔ خیبر پختونخواہ اسمبلی کی طرف سے منظور کیا جانے والا ہر قانون صوبے کے تقریباً نصف حصے پر لاگو نہیں ہوگا چاہے اس قانون میں واشگاف طور پر کہہ دیا گیا ہو کہ ''ایکٹ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا''۔ نتیجتاً صدر اور گورنر خیبر پختونخواہ کو پھر بھی اختیار حاصل ہوگا کہ وہ خیبر پختونخواہ اسمبلی کی طرف سے نافذ کئے جانے والے قوانین پاٹا پر بھی نافذ کر دیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ خیبر پختونخواہ اسمبلی کی طرف سے نافذ کئے گئے متعدد قوانین پاٹا پر کبھی نافذ نہیں ہو پائے۔ اس کی ایک مثال خیبر پختونخواہ رائٹ ٹو انفارمیشن ایکٹ 2013 ہے۔[2]

پاٹا

صوبوں کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات (پاٹا) پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 246(b) میں طے کئے گئے انتظامی سب ڈویژن ہیں۔ پاٹا میں درج ذیل قبائلی علاقے اور علاقائی حدود شامل ہیں:

خیبر پختونخواہ میں:

- ضلع چترال
- ضلع دیر بالا
- ضلع دیر زیریں
- ضلع سوات
- ضلع بونیر
- ضلع شانگلہ
- ضلع کوہستان
- ضلع کالا ڈھاکہ
- مالاکنڈ اور ضلع مانسہرہ سے ملحقہ قبائلی علاقہ جات (بٹگرام، الائی اور بالائی تناول ورمر) اور سابق ریاست امب۔

بلوچستان میں:

- ضلع ژوب
- ضلع قلعہ سیف اللہ
- ضلع موسیٰ خیل
- ضلع شیرانی
- ضلع لورالائی
- ضلع برکھان
- ضلع کوہلو
- ضلع ڈیرہ بگٹی
- تحصیل دالبدین، ضلع چاغی

مزید برآں لگتا ہے کہ فاٹا کے ارکان پارلیمان ٹیکس محصولات سے بچنے کے لئے فیصلہ سازی کے اختیارات صدر سے پارلیمان اور صوبائی

اسمبلیوں کو منتقل کرنے سے گریزاں ہیں۔ فاٹا اور پاٹا فی الوقت بلاواسطہ ٹیکسوں سے مستثنیٰ ہیں۔ تاہم اگر ان علاقوں کو پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کے براہ راست قانون سازی کے دائرے میں آنا ہے تو اس طرح کی استثنائی صورتوں کو ختم ہونا ہوگا۔ اٹھارہویں آئینی ترمیم کے بعد خدمات پر ٹیکس اور کئی دوسرے ٹیکس صوبوں کو منتقل کر دیئے گئے کیونکہ انہوں نے صوبوں کو منتقل ہونے والے محکموں کے لئے ریونیو ذرائع کا کام دینا تھا۔ (دیکھیں ''خدمات پر جی ایس ٹی: سندھ نے ایک نئی راہ دکھادی''، از ڈاکٹر پرویز طاہر، ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ پاکستان، جلد 2، شمارہ 1، صفحہ 17)۔ خیبر پختونخواہ کے لئے اتنے وسیع علاقے کو ٹیکسوں کے بغیر لے کر چلنا مشکل ہو جائے گا۔

بائیسویں آئینی ترمیم پر آئین کے درج ذیل آرٹیکلز میں بھی ترمیم کرنا پڑے گی:

- ☆ آرٹیکل 1، سیکشن 2 میں ترمیم، جس کے ذریعے فاٹا کو پاکستان میں شامل علاقائی حدود سے حذف کیا جائے کیونکہ اس کے بعد یہ خیبر پختونخواہ کا حصہ بن جائے گا۔
- ☆ آرٹیکل 55 میں ترمیم جس کے ذریعے فاٹا کے ایم این ایز کو خیبر پختونخواہ میں شامل کیا جائے۔
- ☆ آرٹیکل 59 میں ترمیم جس کے ذریعے سینیٹ ارکان کی ترکیب از سر نو متعین کی جائے۔
- ☆ آرٹیکل 106 میں ترمیم جس کے ذریعے خیبر پختونخواہ اسمبلی کی نشستوں کی تعداد بڑھائی جائے تا کہ اس میں فاٹا کی نمائندگی یقینی بنائی جا سکے۔
- ☆ آرٹیکل 155، سیکشن 1 سے لفظ ''فاٹا'' کو حذف کرنا (فراہمی آب میں مداخلت کی شکایات)۔

اب یہ وقت ہی بتائے گا کہ بائیسویں ترمیم کے بعد طرز حکمرانی کا جو ڈھانچہ وجود میں آتا ہے آیا وہ خطے کے لئے ثمر آور ثابت ہوتا ہے۔

1 بل کا متن اس پتہ پر دستیاب ہے: http://www.senate.gov.pk/uploads/documents/1407838467_584.pdf

2 حال ہی میں خیبر پختونخواہ اسمبلی نے یہ قوانین پاٹا میں بھی نافذ کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ تاہم یہ کام خیبر پختونخواہ اسمبلی کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا۔ مزید تفصیلات کے لئے دیکھیں: http://www.dawn.com/news/1199149

فاٹا: اک وعید

شکیل قادر خان

سیکرٹری پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ

فاٹا سیکرٹیریٹ

گزشتہ تقریباً ایک دہائی سے وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات (فاٹا) تمام غلط وجوہ کی بناء پر دنیا بھر میں خبروں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ ریاست کش عناصر اور پاکستانی ریاست کے درمیان ایک بہت بڑی جنگ میں الجھے اس خطے میں حالیہ عرصے کے دوران سوائے شورش کے کچھ دیکھنے کو نہیں ملا۔ نصف دہائی سے زائد عرصے کے دوران بڑے پیمانے پر ہونے والی نقل مکانی کے ہاتھوں فاٹا کے لوگوں نے ایسی صعوبتیں اٹھائی ہیں جن کی کہانی ہنوز ان سنی ہے۔ تاہم گزشتہ ایک سال میں حالات نے بہتری کی طرف موڑ لیا ہے۔ عسکریت پسندوں کے خلاف مستقل یلغار نے اپنے ثمرات دکھانا شروع کر دیئے ہیں اور بالآخر دور کہیں روشنی کی کرن دیکھنے میں آ رہی ہے۔ ریاست کش عناصر کے خلاف کامیابیوں کے حوالے سے پالیسی سازوں کے اعتماد کا نتیجہ مرحلہ وار واپسی کی صورت میں سامنے آیا ہے جس کا آغاز مارچ 2015 میں ہوا اور تقریباً ساٹھ ہزار خاندان تادم تحریر اپنے آبائی علاقوں کو واپس جا چکے ہیں۔

جدول 1: فیز 4 اور 5 تک عارضی بے گھر افراد کی واپسی اندازاً تعداد

ایجنسی	خاندان	دورانیہ (مہینے)
جنوبی وزیرستان	49,467	3
شمالی وزیرستان	40,867	5
کرم	20,970	3
اورکزئی	17,384	2
کل	128,688	

شورش کی ایک دہائی کے بعد فاٹا میں زندگی معمول کی طرف واپس آ رہی ہے۔ تمام متعلقہ فریقوں میں اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ یہی وقت ہے کہ خطے میں اصلاحات متعارف کرائی جائیں اور اسے دیرپا افزائش اور طرز حکمرانی کے بہتر ڈھانچوں کی راہ پر ڈالا جائے۔ فاٹا کے لئے ''دیرپا واپسی و بحالی کی حکمت عملی'' (آر اینڈ آر) حکومتی پالیسیوں کے مطابق ایک وسیع فریم ورک مہیا کرتی ہے۔ اس آرٹیکل میں اصلاحات کے پہلو پر بات کی جائے گی۔

اس حکمت عملی کے تحت جو اصلاحات وضع کی گئی ہیں وہ قانون کی حکمرانی، بلدیاتی اور انتظامی امور کے گرد گھومتی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جب بھی حالات پیدا ہوں وسیع تر آئینی اصلاحات کے لئے ایک پلیٹ فارم مہیا کیا جائے۔ اسی طرح تمام باتوں کو دیرپا انداز میں یکجا کرنے کے لئے محدود لیکن اہم امور منتخب کئے جائیں اور آئندہ دو سال میں ان پر عمل کیا جائے۔ اس حکمت عملی کا خاصا اہم پہلو یہ ہے کہ اسے بیرونی امداد کی موصولی سے مشروط نہیں کیا گیا۔ لہٰذا اصلاحاتی

جدول 2: آر اینڈ آر سٹریٹیجی کے مرکزی شعبے

مرکزی شعبے	کل بجٹ تخمینہ (ملین امریکی ڈالر)	بجٹ کی تفصیل (ملین امریکی ڈالر)
بنیادی ڈھانچے کی بحالی	60	☆ ملبہ ہٹانا -2 ☆ تعلیم -13 ☆ صحت -8 ☆ پانی -8 ☆ توانائی -6 ☆ مواصلات -7 ☆ آبپاشی -10 ☆ رہائش -3 ☆ ڈی آر آر -3
امن وامان کا استحکام	15	☆ بنیادی ڈھانچے کی بحالی -6 ☆ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی تربیت -1.5 ☆ سازوسامان -3 ☆ بارودی سرنگوں اور بغیر پھٹے ہوئے اسلحہ پر آگاہی کی تربیت -0.5 ☆ انصاف تک رسائی -4
حکومتی خدمات کی فراہمی میں توسیع	8	☆ استعداد کی بحالی کا تجزیہ اور طرز حکمرانی کا منصوبہ -0.3 ☆ انسانی وسائل کا نظام -2.7 ☆ سازوسامان -2 ☆ انفارمیشن ٹیکنالوجی کا نظام -0.5 ☆ شکایات کا ازالہ -0.5 ☆ بحالی و تعمیر نو کے کوآرڈینیشن سیل -2
معیشت کی دوبارہ فعالی اور استحکام	27	☆ مہارتوں کی ربیت -6 ☆ چھوٹے کاروبار کے لئے گرانٹس -8 ☆ کاروبار کی ترقی اور روزگار کے قابل بنانے کے آلات -3 ☆ زرعی توسیعی مراکز -3 ☆ مویشیوں کے توسیعی مراکز -3 ☆ منڈیوں / کامرس اور تجارتی معاونت کی خدمات -2 ☆ صنعتی معاونت کی خدمات -2
سماجی یکجہتی اور تعمیر امن کا استحکام	10	☆ سماجی فعالی -2 ☆ سماجی یکجہتی کے لئے کمیونٹی گرانٹس -6.5 ☆ ابلاغ اور رابطہ و رسائی کی مہم -0.5 ☆ شہریوں کی زیر قیادت تعمیر امن کی سرگرمیاں -1
کل	120	

ایجنڈا کے تقریباً سبھی پہلوؤں پر کام پہلے ہی شروع ہو چکا ہے۔

اصلاحات کا پہلا اور اولین شعبہ نظام انصاف ہے۔ فاٹا کے بارے میں سابقہ رپورٹوں کے جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقریباً 80 فیصد سفارشات طرز حکمرانی کے اسی شعبے سے متعلق ہیں۔ فاٹا ایک ایسا خطہ ہے جہاں شہریوں کے ساتھ ریاست کا ''سوشل کنٹریکٹ'' آج بھی اس سے مختلف ہے جو باقی ماندہ ملک یا یوں کہیں کہ پوری دنیا میں رائج ہے۔ سالوں پرانے سمجھوتے جو بعض قبیلوں نے انفرادی حیثیت میں مختلف حکومتوں کے ساتھ کئے، ان کی بنیاد پر قبائل نے ریاست کے کئی امور اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ اس پر بعض قانونی انتظامات کی ضرورت پڑی جو عام قانون اور اس سے جڑے عمل سے مختلف ہیں۔ اسی سیاق وسباق میں آپ کو علاقائی ذمہ داری، اجتماعی ذمہ داری، نکات (دادا کے حقوق)، جرگہ، رواج وغیرہ جیسی مختلف اصطلاحات سننے کو ملتی ہیں۔ تاہم محسوس یہ کیا جاتا ہے کہ وقت آن پہنچا ہے کہ اس سوشل کنٹریکٹ پر نظر ثانی کی جائے اور آہستہ آہستہ اسے اس تعریف کے مطابق بنایا جائے جو باقی دنیا کے ہم آہنگ ہو۔ اس مقصد کے لئے عدالتی ڈھانچے، لیویز کے کردار اور عدالتی کارروائی میں تبدیلیاں ضروری ہیں۔

اسی پس منظر میں گورنر خیبر پختونخواہ نے حال ہی میں دفتر آڈیشنل پولیٹکل ایجنٹ جوڈیشل کے قیام کا اعلان کیا ہے۔ اس کا مقصد پولیٹکل ایجنٹ کی انتظامی اور عدالتی ذمہ داریوں کو الگ الگ کرنا ہے۔ اس دفتر کی معاونت کے لئے فاٹا میں ہر سطح کی عدالتوں کے علاوہ اپیلٹ کورٹس میں بھی پراسیکیوشن سروس متعارف کرائی جائے گی۔ اس سروس کے لئے بجٹ اور عہدوں کی منظوری پہلے ہی ہو چکی ہے جبکہ وفاقی حکومت سے بھی مطلوبہ بجٹ سمیت دفتر آڈیشنل پولیٹکل ایجنٹ کے قیام کے لئے رابطہ کرلیا گیا ہے۔

اصلاح شدہ عدالتی ڈھانچے کی معاونت کے لئے لیویز اور خاصہ داران کی تشکیل نو کی ضرورت بھی ہوگی جو دونوں سویلین قانون نافذ کرنے والے حکومت کے بازو ہیں۔ حکومتی پالیسی کی رو سے لیویز کو مستحکم بنا کر اس سے ایک ایسی پولیس فورس کا کام لیا جائے گا جو نفاذ قانون کو یقینی بنا سکے اور جو تفتیش اور فورینزک امور سمیت کئی شعبوں میں مہارت رکھتی ہو۔ اس مقصد کے لئے ایک نگران ڈھانچہ متعارف کرایا جا رہا ہے جو اسے بہتر قیادت فراہم کر سکے۔ اسی طرح لیوی عملہ کو تفتیش، فورینزک امور، رپورٹ لکھنے کی صلاحیت، ٹریفک کے انتظام وانصرام، انفارمیشن ٹیکنالوجی، انسانی وسائل اور ایسی دیگر مہارتوں میں تربیت دینے کے منصوبہ پر اکتوبر میں کام شروع کر دیا جائے گا۔ فاٹا کے 57 مختلف مقامات پر پولیس سٹیشن کے لئے خاص طور پر تیار کی گئی عمارات بھی تعمیر کی جائیں گی۔ پہلے مرحلے کی سات عمارات کی منظوری دے دی گئی ہے اور فنڈز ملتے ہی ان پر کام شروع کر دیا جائے گا۔

اصلاحات کے دوسرے شعبے کے طور پر بلدیاتی امور کا انتخاب کیا گیا ہے۔ خیال یہ کیا جاتا ہے کہ یہ بنیادی ڈھانچے کا وہ جزو ہے جس کے تحت فاٹا کے شہری علاقوں میں مشینری سمیت بنیادی ڈھانچے کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ میونسپل کمیٹی خار باجوڑ ایجنسی کے قیام کے ساتھ ہی اگلے مرحلے میں باڑہ، جمرود، درہ آدم خیل اور وانا میں ایسی کمیٹیاں قائم کرنے کے منصوبے تیار ہیں۔ اس سے مرحلہ وار انداز میں شہری مراکز کی کل تعداد 23 تک بڑھ جائے گی۔ بلاشبہ اس کا بنیادی فائدہ یہی ہے کہ ان سے شہری علاقوں کے باسیوں کو بنیادی شہری سہولیات میسر ہوں گی۔ تاہم ایک اور پہلو بھی کم اہم نہیں۔ قبائلی روایت کے تحت کسی ایک علاقے کو کسی خاص قبیلے کی علاقائی ذمہ داری سے خارج کیا جاسکتا ہے جس سے پولیٹکل انتظامیہ کو براہ راست نوٹس لینے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس روایت کی بنیاد پر ایسے شہری علاقوں کو ''زیر حفاظت علاقے'' قرار دیا جاسکتا ہے جہاں ریاست جرائم (کسی فرد یا املاک کے خلاف) کی صورت میں براہ راست نوٹس لے سکتی ہو۔ فاٹا سیکرٹیریٹ نے ایسے قوانین کی فہرست پر بھی کام شروع کر دیا ہے جنہیں ایک بار میں ان علاقوں میں نافذ کیا جا سکے۔ یوں فاٹا کو آہستہ آہستہ قومی دھارے میں لانے کا عمل شروع ہو جائے گا۔

آخری شعبہ انتظامی اصلاحات کا ہے۔ تعمیراتی معیار بہتر بنانے کے لئے فاٹا سیکرٹیریٹ ایسے کنسلٹنٹس کی پری کوالیفکیشن کا کام پہلے ہی مکمل کر چکا ہے جن سے بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں کی ڈیزائننگ اور تعمیر کا کام لیا جائے گا۔ اسی طرح اندرونی طور پر ری نیشنلائزیشن کا ایک عمل شروع کیا گیا ہے جس کے تحت ایسے اداروں کو آہستہ آہستہ بند کر دیا جائے گا جو مطلوبہ معیار کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تعمیر کئے گئے یا جہاں فراہم کی جانے والی خدمات کا دائرہ ان کی منظور شدہ حد سے کم ہے۔ اسی طرح خطے میں امن وامان کی صورتحال کے بہتر تجزیہ کے لئے عمدہ سہولیات سے لیس ایک ''فاٹا انیلسز اینڈ سٹریٹجی ٹیم'' (فاسٹ) بھی تشکیل دے دی گئی ہے۔ اصل فیصلہ جس نے اس شعبے کی کایا پلٹ دی ہے وہ یہ ہے کہ فاٹا میں اراضی کے تصفیہ اور ''حقوق کے ریکارڈ'' کی تیاری کے عمل کو آگے بڑھایا جائے گا۔ اس وقت یہ بات پوری طرح تسلیم کی جاتی ہے کہ انفرادی ملکیت کا تعین طویل مدتی اقتصادی ترقی میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے اور یہی موزوں ترین وقت ہے کہ اس عمل کو شروع کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے پہلے مرحلے میں ایسے تمام ڈیموں کے کمانڈ ایریاز کو منتخب کیا جائے گا جو مکمل ہو چکے ہیں یا تکمیل کے مراحل میں ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض شہری علاقے جو پہلے صرف ہوا میں تھے، بھی اس مقصد کے لئے منتخب کئے جائیں گے۔

اس سلسلے میں پراجیکٹ مینجمنٹ یونٹ (پی ایم یو) کے قیام کے لئے سالانہ ترقیاتی منصوبہ میں رقوم مختص کر دی گئی ہیں۔

فاٹا اس شاہراہ پر رواں دواں ہے جہاں بہت سی اچھی خبریں سننے کو مل رہی ہیں۔ بین الاقوامی ترقیاتی پارٹنرز کی دلچسپی بھی حوصلہ افزاء ہے۔ یو این ڈی پی پہلے ہی ''آر اینڈ آر سٹریٹجی'' پر عملدرآمد کی نگرانی کے لئے فاٹا سیکرٹیریٹ کے ساتھ اشتراک عمل کر چکا ہے۔ اسی طرح یہ قانون کی حکمرانی کے شعبے میں بھی اصلاحات کو آگے بڑھانے میں مدد دے رہا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ دیگر پارٹنرز بھی اس مشکل لیکن ممکن مقصد کے حصول میں ہمارا ساتھ دیں گے۔

فاٹا میں انسانی حقوق کی صورتحال: آئینی وعدالتی پہلو

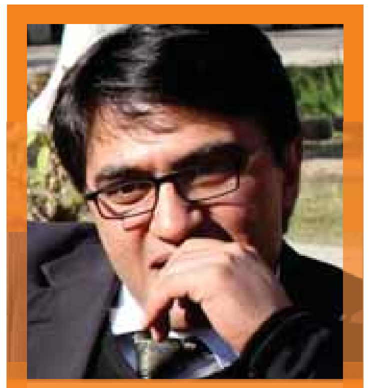

سنگین خان

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

بنیادی انسانی حقوق کسی بھی انسان کا پیدائشی حق ہیں اور اسی بناء پر انہیں ناقابل تردید سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان کے شہری ہونے کے ناطے فاٹا کے عوام کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔ پاکستان اقوام متحدہ کی رکن ریاست کی حیثیت سے ''انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ'' (یو ڈی ایچ آر) کی توثیق کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان ''شہری و سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے'' (آئی سی سی پی آر)، ''سماجی، اقتصادی وثقافتی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے'' (آئی سی ایس ای سی آر) اور ''تشدد و دیگر ظالمانہ، غیرانسانی اور توہین آمیز سلوک کے خلاف کنونشن'' (سی اے ٹی) پر بھی دستخط کر چکا ہے۔ لہٰذا اس پر بین الاقوامی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کا مکمل احترام کرے اور ان کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرے۔

اس سے بھی زیادہ مسلمہ ونمایاں حیثیت پاکستان کے آئین کی ہے جو بعض بنیادی حقوق کو واضح الفاظ میں تسلیم کرتا ہے اور ان کے تحفظ کی ذمہ داری لیتا ہے۔ آئین کے پہلے باب میں فرد کی سلامتی کے علاوہ گرفتاری وحراست کے خلاف تحفظ، جبری مشقت، غلامی وغیرہ کے خلاف تحفظ اور راجع بہ ماضی سزا، دہری سزا یا خود شہادتی کے خلاف تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔ اس میں فرد کے وقار، نقل وحرکت، اجتماع وانجمن سازی، کاروبار یا تجارت کرنے کی آزادی، تقریر، مذہب کی آزادی سے استفادہ کرنے، اور جائیداد حاصل کرنے اور رکھنے کے حق کی ضمانت بھی دی گئی ہے۔ آئین میں مذہب کی بنیاد پر ٹیکس عائد کرنے کے خلاف حفاظتی اقدامات، خدمات میں امتیاز اور عوامی مقامات تک رسائی کے حوالے سے عدم امتیاز کے خلاف حفاظتی اقدامات کا اہتمام بھی کیا گیا ہے، شہریوں کے لئے تعلیم کے حق کی ضمانت دی گئی ہے اور ایک بنیادی حق کے طور پر شہریوں کی برابری کے اصول طے کر دیئے گئے ہیں۔ ان انفرادی حقوق کے ساتھ ساتھ آئین زبان، رسم الخط اور ثقافت کے حوالے سے کمیونٹیز کے حق کو تسلیم کرتا ہے اور اسے تحفظ دیتا ہے۔ اٹھارہویں آئینی ترمیمی بل کے ذریعے بھی تین اہم بنیادی حقوق متعارف کرائے گئے ہیں: منصفانہ سماعت کا حق (آرٹیکل 10A)، معلومات کا حق (آرٹیکل 19-A) اور تعلیم کا حق (آرٹیکل 25)۔

ان حقوق کے مزید تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے آئین کے آرٹیکل 4 میں طے کیا گیا ہے کہ ہر فرد کے ساتھ قانون کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔ قانون کی آڑ میں ان حقوق میں کسی رکاوٹ یا کمی سے بچاؤ کے لئے آئین کے آرٹیکل 8 میں واضح طور پر کسی ایسے قانون کے نفاذ کی ممانعت کی گئی ہے جو بنیادی حقوق سے محروم کرتا ہو یا ان میں تخفیف کرتا ہو اور قرار دیا گیا ہے کہ کوئی بھی قانون جو آئین میں ضمانت یافتہ حقوق کے موافق نہ ہو وہ اس عدم موافقت کی حد تک کالعدم تصور ہوگا۔

برابری اور عدم امتیاز وہ نمایاں اصول ہیں جنہیں انسانی حقوق کے سبھی بین الاقوامی سمجھوتوں اور معاہدوں میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اسی طرح پاکستان کے آئین میں بھی بنیادی حقوق کو یہی حیثیت دی گئی ہے۔ فاٹا میں رہنے والوں کو پورا حق حاصل ہے کہ وہ ان حقوق سے استفادہ کر سکیں، ان کے ان حقوق کا تحفظ کیا جائے اور کسی بھی عذر کے تحت ان میں کوئی کمی یا ان کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی۔ مزید برآں، فاٹا چونکہ پاکستان کا لازمی جزو ہے اور اس کے باشندوں کو پاکستان کے شہریت کے قوانین کے تحت برابر شہری کی حیثیت حاصل ہے اس لئے ایسا کوئی قانونی یا اخلاقی جواز پیدا نہیں ہوتا کہ ریاست بنیادی حقوق کے استحقاق اور تحفظ پر ان کے ساتھ کوئی امتیاز برتے۔ عدلیہ کے مختلف فیصلوں اور بیانات میں پاکستان کی اعلیٰ عدلیہ بار بار اس اصول کو تسلیم کر چکی ہے۔

پھر بھی یہ افسوسناک حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ فاٹا کے عوام اس بناء پر ان حقوق سے محروم ہیں کہ فاٹا کو ریاست کے اس آئینی نظام سے خارج کر دیا گیا ہے جو ایگزیکٹو، مقننہ اور عدلیہ کے تین ستونوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم کے اصول پر مبنی ہے۔ آئین کا آرٹیکل 247 فاٹا کو آئینی نظام سے خارج کرتا ہے اور تمام آئینی اختیارات ریاست کے عضو وفاقی ایگزیکٹو کو تفویض کرتا ہے۔

اس اخراج کے اثرات فاٹا کو درپیش سانحہ میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں جس کی وجہ سے فاٹا کے باشندے ان تمام حقوق سے محروم ہیں جو بصورت دیگر انہیں حاصل ہونے چاہئیں۔ پہلا، جو اولین اہمیت کا حامل بھی ہے، یہ ہے کہ قبائلی علاقہ جات اعلیٰ عدلیہ کے دائرہ اختیار میں شامل نہیں۔ آئین شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے فرائض اور اختیارات اپنے آرٹیکل 184 اور 199 کی رو سے بالترتیب سپریم کورٹ اور متعلقہ ہائی کورٹس کو تفویض کرتا ہے۔ یوں فاٹا کے شہریوں کو اپنے حقوق کی پامالی کے خلاف آواز اٹھانے کا کوئی راستہ میسر نہیں۔

دوسرا، قبائلی عوام اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے سیاسی شمولیت اور قانون سازی کے حق سے محروم ہیں۔ اگرچہ آئین میں فاٹا کے لئے قومی اسمبلی کے ساتھ ساتھ سینیٹ میں بھی نمائندگی کا اہتمام کیا گیا ہے لیکن یہ نمائندگی اس بناء پر برائے نام رہ جاتی ہے کہ پارلیمان کو فاٹا کے بارے میں قانون سازی کے اختیارات حاصل نہیں۔ اس کے برعکس صدر کو اختیار حاصل ہے کہ وہ علاقے میں امن اور عمدہ طرز حکمرانی کے لئے قواعد وضوابط تشکیل دے سکتے ہیں۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ فاٹا وفاق کی دیگر اکائیوں کے شہریوں کو میسر طرز حکمرانی اور نمائندہ اقتدار کی مختلف سطحوں یعنی وفاقی حکومت، صوبائی حکومت اور مقامی حکومت سے بھی محروم ہے۔

ذیلی آئینی سطح پر فاٹا کا نظام ایف سی آر کے ذریعے چلایا جاتا ہے جو نوآبادیاتی دور میں نافذ کیا گیا۔ یہ ضابطہ عدلیہ اور جنرل ایگزیکٹو سے متعلق انتظامیہ کا ایک نظام مہیا کرتا ہے جس میں دونوں اختیارات ایک ایگزیکٹو افسر یعنی پولیٹکل ایجنٹ (پی اے) کو سونپ دیئے گئے ہیں۔

جدول 1: آئینی نظام سے فاٹا کا اخراج

	آرٹیکل 247	اثرات
ذیلی آرٹیکل 1	وفاقی حکومت کی طرف سے علاقے کا براہ راست ایگزیکٹو کنٹرول اور مینجمنٹ	علاقے کے باشندے طرز حکمرانی کی متعدد سطحوں اور آئین کے تحت وسائل مختص کئے جانے کے استحقاق سے محروم ہیں۔
ذیلی آرٹیکل 3	پارلیمان کی طرف سے نافذ کئے جانے والے کسی بھی قانون کا اطلاق فاٹا پر نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ صدر ایسی ترامیم اور تبدیلیوں کے ساتھ اس کی ہدایت کرے جیسا کہ صدر موزوں سمجھے۔	پارلیمان کو فاٹا کے لئے کوئی قانون بنانے کے اختیارات سے محروم کرتا ہے اور یوں لوگوں کے اس حق کے منافی ہے کہ وہ منتخب نمائندوں کی زیر حکمرانی رہیں۔
ذیلی آرٹیکل 5	صدر کو امن اور عمدہ طرز حکمرانی کے لئے ضوابط تشکیل دینے کا اختیار حاصل ہے۔	پاکستان کے دیگر علاقوں کا نظام قانون کی حکمرانی پر مبنی نمائندہ اداروں کے ذریعے چلایا جاتا ہے جن کی باز پرس کے لئے عدلیہ اور پارلیمان موجود ہیں۔ اس کے برعکس فاٹا ایک ایسے نظام کے تحت چلتا ہے جس میں احتساب کی کوئی صورت موجود نہیں۔
ذیلی آرٹیکل 6	صدر کو یہ فیصلہ کرنے کے ایگزیکٹو اختیارات حاصل ہیں کہ کوئی علاقہ جو ایف سی آر کے تحت انتظامی نظام کا حصہ ہے اور اسی کے تحت چلایا جارہا ہے، آیا اس کی قبائلی علاقے والی حیثیت برقرار رکھی جائے یا تبدیل کردی جائے۔ صدر کو اس مقصد کے لئے لوگوں کے خیالات پر تسلی کرنے کے لئے صرف ایک جرگہ طلب کرنا پڑتا ہے۔ ایسے کوئی قواعد یا طریق کار موجود نہیں جن کے ذریعے اس جرگہ کی نمائندہ حیثیت کو یقینی بنایا جاسکے۔	عوامی اہمیت کے کسی معاملے میں عوامی خیالات کی تسلی کرنے کے لئے پاکستان کا آئین طے کرتا ہے کہ آرٹیکل 48(6) کے تحت ریفرنڈم کرایا جائے۔ آرٹیکل 247(6) قبائلی عوام کو اس نظام سے محروم کرتا ہے۔ فاٹا کے برعکس وفاق میں شامل اکائیوں کی علاقائی حدود میں کسی تبدیلی کے لئے آئین میں ترمیم ضروری ہے اور یہ ترمیم اس وقت تک متعارف نہیں کرائی جاسکتی جب تک کہ اس تبدیلی سے متاثر ہونے والے صوبے کی صوبائی اسمبلی اس تبدیلی کی حمایت میں دوتہائی اکثریت سے ایک قرارداد کی منظوری نہ دے دے۔
ذیلی آرٹیکل 7	قبائلی علاقہ جات سپریم کورٹ اور نہ ہی ہائی کورٹ کے کسی دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔	آئین کے تحت بنیادی حقوق کا نفاذ تبھی ہوسکتا ہے کہ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کو دائرہ اختیار دیا جائے۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار سے خارج ہونے کی وجہ سے قبائلی عوام اپنے ان تمام بنیادی حقوق سے محروم ہوجاتے ہیں جن کی ضمانت آئین میں دی گئی ہے۔

عدلیہ کے پہلو سے دیکھیں تو ایف سی آر نہ صرف طریق کار سے متعلق ایک ضابطہ ہے بلکہ ایک خاطر خواہ قانون بھی ہے جو بعض ناروا باتوں کو جنم دیتا ہے۔ تدریسی وعدالتی امور کی مسلمہ شخصیات اور ادارے بڑے تواتر کے ساتھ اس قانون کو ''سیاہ قانون''، ''غیر اسلامی'' اور ''غیر آئینی'' قرار دیتے رہے ہیں جبکہ جسٹس کارنیلیس نے اس کے بارے میں کہا تھا کہ یہ ''انصاف کی فراہمی کے تمام مسلمہ جدید اصولوں کے منافی'' ہے۔

آئین آزاد عدلیہ کا تقاضا کرتا ہے جو انتظامیہ کے اثر ورسوخ اور مداخلت سے پاک ہو۔ اس کے برعکس پولیٹکل ایجنٹ جو وفاقی حکومت کا انتظامی افسر ہے، عدلیہ کے فرائض بھی انجام دیتا ہے اور ایف سی آر کے تحت دیوانی اور فوجداری نوعیت کے مقدمات نمٹاتا ہے۔ کسی بھی دوسری عدالت کو خارج رکھتے ہوئے پولیٹکل ایجنٹ دیوانی (سیکشن 8) اور فوجداری (سیکشن 11) تنازعات کا جائزہ لے کر ایک ریفرنس تیار کرتا ہے جو نگرانی وجانچ پرکھ کے لئے اس کی پسند سے بنے جرگہ یا عمائدین کی کونسل کو بھیج دیا جاتا ہے۔ عمائدین کی کونسل کو بھیجا جانے والا یہ ریفرنس ایک طرح کی سماعت ہے۔

جرگہ یا عمائدین کی کونسل کی کارروائی کو کسی قانون کے تحت کوئی باضابطہ شکل نہیں دی گئی اور اس میں کسی منصفانہ نتیجے تک پہنچنے کے لئے ''ثبوت کی ضرورت'' کا کوئی تصور موجود نہیں۔ عمائدین کی کونسل کے نزدیک کسی بھی نتیجے تک پہنچنے کے لئے واحد تقاضا یہ ہے کہ وہ ''ضروری تفتیش اور فریقوں اور گواہوں کے بیانات کی سماعت'' کے بعد دیوانی مقدمات میں ''رواج کے مطابق حاصل شدہ معلومات'' اور فوجداری مقدمات میں ''جرم یا بے گناہی کے بارے میں حاصل شدہ معلومات'' کا تعین کرتی ہے۔ عمائدین کی کونسل اس کے بعد اپنی رپورٹ پولیٹکل ایجنٹ کو بھجوا دیتی ہے۔ تاہم جرگہ کی طرف سے حاصل کی گئی معلومات کی پابندی پولیٹکل ایجنٹ پر لازم نہیں جو عدم اطمینان کی صورت میں یہ معاملہ مزید تحقیقات اور معلومات کے لئے عمائدین کی کونسل کو واپس بھجوا سکتا ہے۔ عمائدین کی کونسل کے لئے قانونی چارہ جوئی کے باضابطہ قواعد کی غیر موجودگی اور اس کے ساتھ ساتھ قانونی چارہ جوئی کے عمل میں اپنی مرضی کے مطابق جوڑ توڑ کرنے کے لئے پولیٹکل ایجنٹ کے من مانے اختیارات حقوق اور زندگیوں سے جڑے امور میں غیر منصفانہ اور من پسند فیصلوں کے لئے خاطر خواہ گنجائش پیدا کردیتے ہیں۔

پہلی بار اصلاحات کے ایک خاطر خواہ عمل کے تحت ایف سی آر میں اپیل اور جائزے کا حق متعارف کرایا گیا (سیکشن 50 اور 55-A) لیکن یہ ترامیم انصاف کی محفوظ انتظامیہ کے تسلیم شدہ معیارات اور اقدار کو پوری طرح متعارف نہیں کراتیں۔ اپیلٹ اتھارٹی کو فوجداری اپیل کے دائرہ اختیار میں خاص طور پر روک دیا گیا ہے کہ وہ کسی سوال پر عمائدین کی کونسل کی طرف سے حاصل کی گئی معلومات کو ایک طرف نہیں رکھ سکتی۔ اسی طرح دیوانی دائرہ اختیار میں بھی اپیلٹ اتھارٹی کسی فیصلے یا حکم سے ہٹ کر نہیں چل سکتی یا اسے ایک طرف نہیں رکھ سکتی تاوقتیکہ اس کی رائے ہو کہ کارروائی میں کوئی مادی بے ضابطگی ہوئی ہے یا کارروائی اس انداز میں کی گئی کہ اس سے انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوئے یا بصورت دیگر نیک نیتی یا اخلاقیات کے منافی ہے۔ نظر ثانی کے مرحلے میں فاٹا ٹریبونل کے اختیارات کے بارے میں بہترین لفظوں میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ اپیلٹ اتھارٹی تک محدود نہیں تو اس کے مساوی ضرور ہیں۔

یوں اپیل اور نظر ثانی کے مواقع بے معنی ہیں کیونکہ جرگہ کونسل کے ذریعے سماعت کا عمل قانون کے تمام قاعدوں، تکنیکی قانونی پہلوؤں اور ہئیت قانون سے مبرا ہے۔ سماعت کو باضابطہ بنانے والے قواعد اور طریق کار کی غیر موجودگی کے ساتھ ساتھ اپیل سننے اور نظر ثانی کے دائرہ اختیار پر جب یہ پابندی ہوگی کہ آپ سماعت کے مرحلے میں تسلیم کئے گئے حقائق سے ہٹ کر نہیں چل سکتے یا انہیں ایک طرف نہیں رکھ سکتے تو مادی بے ضابطگی، کارروائی میں کسی نقص اور انصاف کے تقاضے پورے نہ ہونے کی تسلی کرنے کا کوئی پیمانہ نہیں رہ جاتا۔

ایک طرف فراہمی انصاف کی انتظامیہ کے لئے کوئی باقاعدہ طریق کار موجود نہیں تو دوسری جانب سماعت کا عمل اور اپیلٹ فورم آئین کے تقاضوں پر پورا نہیں اترتے۔ پولیٹکل ایجنٹ اور اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ وفاقی حکومت کے ملازمین ہیں جو ایک طرف علاقے کی انتظامیہ، نفاذ قانون اور قیام امن کے لئے حکومت کے ایگزیکٹو اختیارات استعمال کررہے ہیں اور ساتھ ہی عدالتی فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ کمشنر کی عدالت ایگزیکٹو کا ادارہ ہے جو اپیلٹ کی سطح پر عدالتی امور انجام دے رہا ہے۔ بی پی ایس-22 کے ریٹائرڈ سول ملازم کی سربراہی میں تین رکنی فاٹا ٹریبونل بھی عدالتی فورم کے معیارات اور تقاضوں پر پورا نہیں اترتا اور حال ہی میں پشاور ہائی کورٹ نے بھی یہ بات قرار دے دی ہے۔

ان حالات میں فاٹا کے باشندے اپنے شہری حقوق اور ذمہ داریوں کے تعین کے لئے موزوں قانونی فورمز سے محروم ہیں اور کوئی مجرمانہ الزام عائد ہونے پر انہیں آزادانہ ومنصفانہ سماعت کی کوئی صورت میسر نہیں۔ یہ کھلم کھلا آئین کے آرٹیکل 10-A میں دیئے گئے منصفانہ سماعت کے بنیادی حق سے متصادم ہے۔

ایف سی آر کے تحت کام کرنے والے انتظامیہ کے نظام میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں تواتر کے ساتھ ہوتی ہیں کیونکہ یہ علاقے میں ریاست کی کم سے کم مداخلت کے اصول پر مبنی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طرز حکمرانی کا کوئی نظام یا تو موجود نہیں یا پھر نہ ہونے کے برابر ہے۔ نتیجتاً اس سے جو خلا پیدا ہوتا ہے اسے پر کرنے کے لئے ریاست کے حصے کا کام ان علاقوں کے قبیلوں اور برادریوں کے حصے میں آجاتا ہے۔ جرائم پر قابو پانے اور قیام امن جیسے امور نمٹانے کے لئے درکار پولیس فورس اور دیگر لوازمات کی غیر موجودگی میں ایف سی آر حکومت کے فرائض اور امور کی انجام دہی کا کام قبائل کے ذمے لگا دیتا ہے۔ یہ نظام مختلف رعایتوں اور پولیٹکل ایجنٹ کی طرف سے مقرر کئے جانے والے ملکوں کے غیر نمائندہ نظام سرپرستی کا ایک مجموعہ ہے جس میں ملک

ریاست اور معاشرے کے درمیانی کردار کے طور پر کام کرتے ہیں۔

امن وامان، قیام امن اور جرائم پر قابو پانے کی سرگرمیاں قبائلیوں کی اجتماعی ذمہ داری کے تحت چلائی جاتی ہیں۔ اگر کسی شخص پر کسی ایسے فعل کا الزام ہو جو ریاست کے لئے یا آبادکار علاقے کے کسی دوسرے فرد کے لئے ناسازگار، مخاصمانہ یا ضرررساں ہو تو پولیٹکل ایجنٹ کو ایف سی آر کے سیکشن 21 کے تحت من مانے اختیارات حاصل ہیں کہ وہ اس قبیلے، جس سے ملزم کا تعلق ہے، کے ارکان کو گرفتار کرسکتا ہے اور حراست میں لے سکتا ہے اور اس کی پوری برادری یا یہاں تک کہ قبیلے کی دوسری برادریوں کو بھی گرفتار کرسکتا ہے۔ اسے ان کی املاک ضبط کرنے اور حتیٰ کہ انہیں آبادکار علاقے میں داخلے سے روکنے کا حکم دینے کا اختیار بھی حاصل ہے۔

سیکشن 23 پولیٹکل ایجنٹ کو ایسی کمیونٹیز پر جرمانے عائد کرنے کا اختیار دیتا ہے جن کے قبیلے کی حدود میں کسی جرم کا ارتکاب ہوا ہو۔ ایسی صورت میں جب کسی شخص کو قتل یا شدید زخمی کردیا جائے تو سیکشن 22 کے تحت پورے قبیلے کے بارے میں تصور کیا جاتا ہے کہ اس نے یہ جرم کیا ہے اور ثبوت کی ذمہ داری قبیلے پر عائد ہوجاتی ہے کہ وہ ثابت کرے کہ انہیں جرم کے ارتکاب کو روکنے یا مجرموں کو گرفتار کرنے کا موقع نہیں ملا اور مزید خاطر خواہ حد تک اس بات کا جواز بھی پیش کرنا ہوتا ہے کہ انہوں نے مجرم کو دائرہ انصاف میں لانے کے لئے تمام معقول ذرائع استعمال کئے۔

یہ دفعات انفرادی جرم کی ذمہ داری کے اصولوں کی کھلی خلاف ورزی کرتی ہیں، ان سے تعلق کی بناء پر مجرم ٹھہرانے کی راہ پیدا ہوتی ہے، غیر متناسب طور پر سزا دینے کا اختیار مل جاتا ہے، قبائلیوں کے اس حق کی خلاف ورزی ہوتی ہے کہ ان کے ساتھ قانون کے مطابق سلوک کیا جائے (آرٹیکل 4)، 'فرد کی سلامتی' اور گرفتاری وحراست کے خلاف تحفظ کے حق کے لئے ضرررساں ہے (آرٹیکل)، جس میں قانونی وکیل کے ذریعے نمائندگی کا حق خاص طور پر قابل ذکر ہے (آرٹیکل 10)، فرد کے وقار کا حق کہ اسے پامال نہیں کیا جاسکتا (آرٹیکل 14)، نقل وحرکت کی آزادی (آرٹیکل 15) اور امتیاز کے بغیر برابر سلوک کا حق (آرٹیکل 25)۔

پولیٹکل ایجنٹ نقص امن یا کسی خراب کاری کے ارتکاب پر حراست میں لئے گئے فرد کو دوسالہ مدت کے لئے عمدہ طرز عمل کے بانڈ پر دستخط کرنے کا پابند کرسکتا ہے (سیکشن 40)۔ تاہم یہ اختیار صرف افراد تک محدود نہیں اور پولیٹکل ایجنٹ پورے خاندان اور بعض صورتوں میں قبائل کو بھی اس بانڈ کا پابند کرسکتا ہے (سیکشن 41) جس میں ناکامی پر دوسال تک قید کی سزا ہوسکتی ہے (سیکشن 44)۔ آئین کا آرٹیکل 10 پاکستان یا ملک کے کسی حصے کی سالمیت، سلامتی یا عوامی نظم کے سنجیدہ امور یا کسی سپلائیز یا خدمات کو برقرار رکھنے سے متعلق انتہائی محدود مقدمات میں افراد کو تین ماہ کی محدود مدت کے لئے حفاظتی حراست میں لینے کا اختیار دیتا ہے جس میں سپریم کورٹ اور متعلقہ ہائی کورٹس کی طرف سے مقرر کئے گئے مخصوص نظر ثانی بورڈز کے ذریعے محض اتنی ہی مدت کے لئے توسیع کی جاسکتی ہے اور یہ عدلیہ کی نظر ثانی سے مشروط ہے۔ تاہم آئین میں دیئے گئے یہ حفاظتی اقدامات فاٹا کے عوام کو میسر نہیں۔ موزوں عدالتی نگرانی کے بغیر پولیٹکل ایجنٹوں کے ہاتھ میں یہ بے لگام اختیارات فاٹا میں بنیادی حقوق کی بڑے پیمانے پر خلاف ورزیوں کا باعث بنتے ہیں۔

2011 میں ایف سی آر میں ترامیم کے بعد ضمانت کا حق اور بچوں، خواتین اور عمر رسیدہ شہریوں کی گرفتاری وحراست کے خلاف ممانعت جیسی باتیں متعارف کرائی گئیں جو فاٹا کے لوگوں کے لئے کچھ زیادہ معانی نہیں رکھتیں۔ ان اصلاحات کے کوئی فائدے تھے بھی تو ایک اور قانون متعارف کروا کر انہیں بے اثر کردیا گیا یعنی ''ایکشن ان ایڈ آف سول پاور ریگولیشنز''، جس نے دہشت گردی سے متعلق جرائم پر افراد اور یہاں تک کہ بچوں کو بھی سزائیں اور پھانسیاں دینے کا اختیار دے دیا۔ اسی طرح خواتین اور بچوں کے لئے ایسے کوئی موزوں قوانین موجود نہیں جن کے تحت شادی کی تحلیل یا بچوں کی تحویل جیسے ازدواجی امور کو باضابطہ شکل دی جاسکے جس کے نتیجے میں متواتر انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں۔ موزوں قانونی نظام اور عدالتی نظام مراتب کی غیر موجودگی کے ساتھ ساتھ ایف سی آر نظام کے تحت مقامی رسم ورواج کی پاسداری کو بالعموم ترجیح دینے سے خواتین کو بعض گھناؤنے رسم ورواج کے ہاتھوں بدترین سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پاکستانی ریاست پر یہ بین الاقوامی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اس کا آئینی فریضہ ہے کہ وہ فاٹا کے عوام کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرے۔ ایف سی آر کے تحت قائم انتظامی اور عدالتی نظام اصلاح سے بالاتر ہے۔ فاٹا کے عوام کے بنیادی حقوق کا احترام اور تحفظ صرف اسی صورت ممکن ہے کہ اس علاقے کو باقی ماندہ ملک کے ہم پلہ لایا جائے اور اسے آئینی نظام میں شامل کیا جائے۔

جدول 2: ایف سی آر کے تحت انتظامی اور عدالتی نظام جو قبائلی عوام کے بنیادی حقوق کے منافی ہے

	آرٹیکل 247	اثرات
ایف سی آر کی تمہید/نفا	فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن، 1901، ایگزیکٹو کی طرف سے منظور کیا گیا ایک حکم/ضابطہ ہے اور یہ مقننہ یا جمہوری طور پر منتخب کسی دوسرے فورم کا منظور شدہ قانون نہیں ہے۔	اپنے منتخب نمائندوں کی زیر حکمرانی رہنے کے حق کی خلاف ورزی جو آئین کا حصہ ہے۔
سیکشن 4-5	ایگزیکٹو، نفاذ قانون اور عدلیہ کے اختیارات حکومت کے ایگزیکٹو افسر اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ اور پولیٹکل ایجنٹ کو دیتا ہے۔ ان افسران کی طرف سے اختیارات کے استعمال پر کوئی احتساب نہیں یا جمہوری نگرانی کا کوئی نظام موجود نہیں۔	ایف سی آر میں دیا گیا عدالتی نظام آئین میں دیئے گئے حکم کے خلاف ہے جو ایک مکمل طور پر آزاد عدلیہ کا اہتمام کرتا ہے (آرٹیکل 2-A)، آرٹیکل 175 جس میں عدلیہ کو ایگزیکٹو سے بتدریج الگ کرنے کی مدت 14 سال طے کی گئی اور آرٹیکل 203 جو ماتحت عدالتوں کی نگرانی کے اختیارات متعلقہ ہائی کورٹس کو دیتا ہے اور عدالتی نظام مراتب میں ایگزیکٹو کو کسی بھی کردار سے خارج کرتا ہے۔
سیکشن 8-11	سول اور سیاسی تنازعات کو پولیٹکل ایجنٹوں کی مقرر کی ہوئی عمائدین کی کونسلوں (جرگہ) کے ذریعے طے کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔	قبائل کی اجتماعی ذمہ داری کا نظام قانون کے مطابق سلوک کے حق کے منافی ہے (آرٹیکل 4)، فرد کے ان حقوق کو ضرر پہنچاتا ہے: سلامتی کا حق (آرٹیکل)، گرفتاری اور حراست کے خلاف تحفظ کا حق، بالخصوص قانونی وکیل کے ذریعے نمائندگی کا حق (آرٹیکل 10)، فرد کے وقار کی عدم پامالی کا حق (آرٹیکل 14)، نقل وحرکت کی آزادی کا حق (آرٹیکل 15)، اور کسی امتیاز کے بغیر مساوی سلوک کا حق (آرٹیکل 25)
سیکشن 21-22	برادریوں اور قبیلوں کی اجتماعی ذمہ داری کا اہتمام کرتا ہے۔	عدلیہ کا یہ نظام آئین میں دیئے گئے حکم کے خلاف ہے جس میں لوگوں کے تنازعات کے تصفیہ اور حقوق کے تعین کے لئے ایک مکمل طور پر آزاد عدالتی فورم مہیا کیا گیا ہے اور آئین کے آرٹیکل 10-A کی رو سے منصفانہ سماعت کے لئے قبائلی عوام کے حق کی خلاف ورزی ہے۔
سیکشن 40، 41 اور 44	افراد، خاندانوں اور حتیٰ کہ برادریوں اور قبائل کو امن برقرار رکھنے اور عمدہ طرز عمل کے لئے سکیورٹی کا پابند کیا گیا ہے۔ اس سکیورٹی/بانڈ میں ناکامی پر دوسال تک قید کی سزا مقرر کی گئی ہے	گرفتاری اور حراست کے خلاف آئین میں دیئے گئے ان حفاظتی اقدامات کو محدود کرتی ہے جن کی ضمانت آئین کے آرٹیکل 10 میں دی گئی ہے۔
سیکشن 48 اور 55	اپیل سننے اور نظر ثانی کے فورمز کا اہتمام کرتا ہے۔	عدالتی نظام جس میں اپیل اور پہلی عدالت کے احکامات پر نظر ثانی کے طریق کار کا تعین کیا گیا ہے وہ بھی آئین میں دیئے گئے حکم کے منافی ہے جو مکمل طور پر آزاد عدالتی فورم کا اہتمام کرتا ہے (آرٹیکل 2-A)، آرٹیکل 175 اور آرٹیکل 203۔

© راحت شنواری

جہاں راہ وہاں چاہ

تعلیم کئی بچوں کا خواب ہے لیکن زیادہ تر زیادہ آگے نہیں بڑھ پاتے۔ دنیا کے کئی علاقوں کے بچے آج بھی اس بنیادی حق کے حصول کے لئے مصروف جدوجہد ہیں جس کی ایک مثال سارا یعقوب ہے۔

سارا یعقوب انیس سال عمر کی ذہین عیسائی لڑکی ہے جس نے اس سال گورنمنٹ گرلز ہائیر سیکنڈری سکول کے ایف ایس سی کے امتحانات میں پہلی پوزیشن حاصل کی لیکن اپنی غربت اور علاقے میں لڑکیوں کے لئے کوئی ڈگری کالج نہ ہونے کے باعث وہ اپنی تعلیم جاری نہ رکھ پائی۔ 2008 سے 2015 تک کے عرصے میں عسکریت پسندوں نے خیبر ایجنسی میں 82 سرکاری سکولوں کو تباہ کر دیا جن میں سے زیادہ تر لڑکیوں کے سکول تھے۔ تاہم حصول تعلیم کے لئے سارا کا شوق اس قدر بے پناہ تھا کہ وہ اپنے اس حق کی خاطر کھڑی ہوگئی۔ سوشل میڈیا اور ایک مقامی صحافی کی تھوڑی بہت مدد سے سارا نے اپنا مدعا ٹوئٹر پر بیان کر دیا اور بتایا کہ مالی وسائل کی کمی کے باعث وہ اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتی۔

سارا کو اس کے بھرپور اور فوری جواب کے ساتھ ہی مدد بھی مل گئی اور گورنر خیبر پختونخواہ نے اسے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے وظیفہ دینے کا اعلان بھی کر دیا۔ کئی دوسرے لوگوں اور تنظیموں نے بھی اسے مالی امداد فراہم کی اور اب وہ اپنے خوابوں کی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔ لیکن آج بھی وہ یہ سوچ کر پریشان ہوتی ہے کہ اس کے علاقے کی دوسری لڑکیوں کا کیا بنے گا جن کے وسائل محدود ہیں اور جنہیں حصول تعلیم کے لئے کوئی مراعات میسر نہیں۔ اسے امید ہے کہ ایک دن ضرور آئے گا جب اس خطے میں لڑکیوں کے کئی تعلیمی ادارے ہوں گے، جو تمام سہولتوں اور خواتین اساتذہ سے آراستہ ہوں گے اور جن کے لئے مختص کئے جانے والے فنڈز انہی پر درست طریقے سے استعمال کئے جائیں گے۔ وہ اپنے خطے کی کئی لڑکیوں کے لئے ایک مثال ہے جس پر وہ بہت خوش ہے اور سب لوگوں پر زور دیتی ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم کی زیادہ حوصلہ افزائی کریں

وضاحت: یہ کہانی جناب راحت شنواری نے متاثرہ فرد کے ساتھ اپنی گفتگو کی روشنی میں بیان کی ہے۔

© راحت شنواری

© راحت شنواری

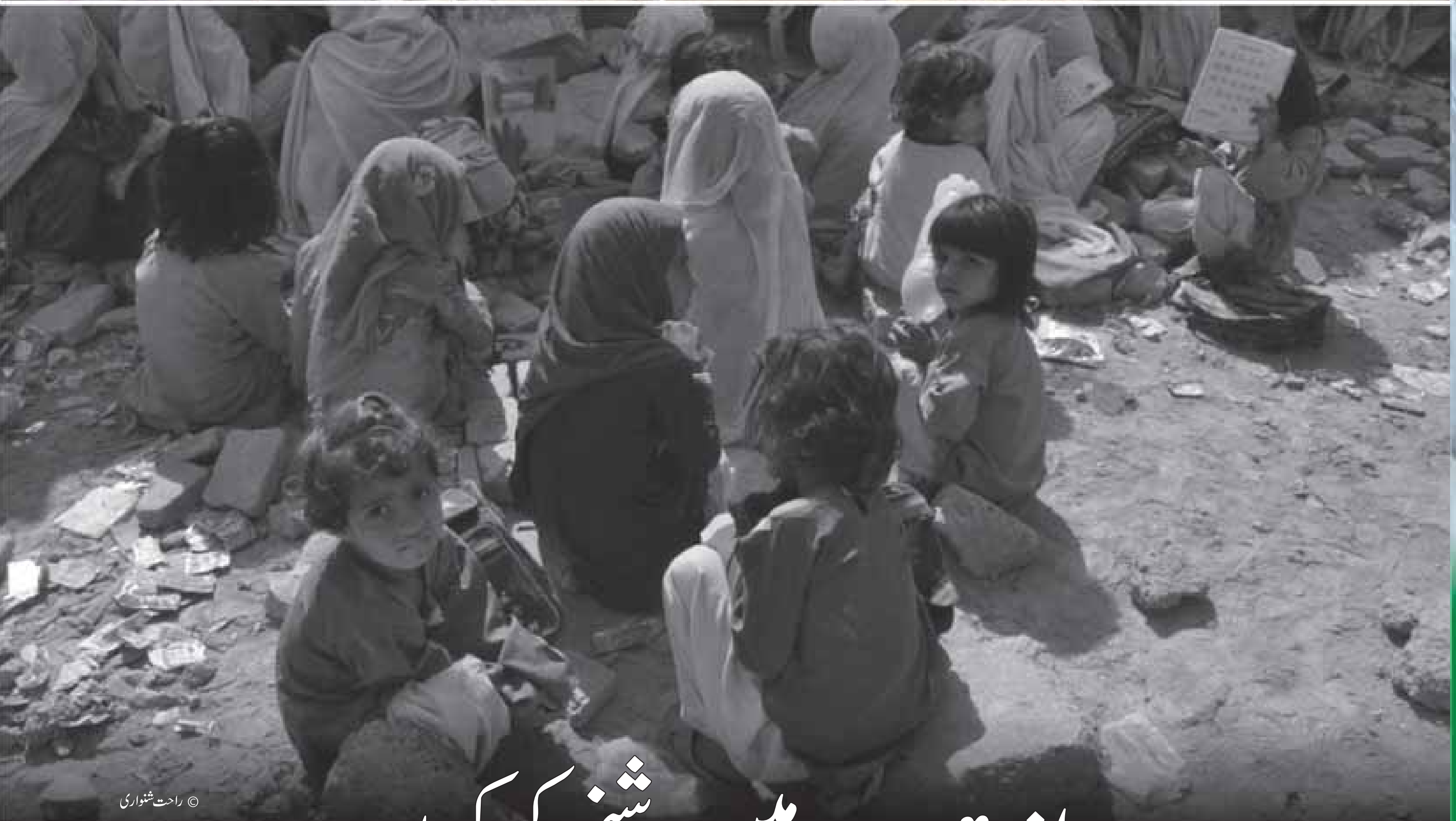
© راحت شنواری

اندھیرے میں روشنی کی کرن

تباہی اور ترقی کے درمیان بے پناہ فرق فاٹا میں بچیوں کی تعلیم پر بری طرح اثر انداز ہو رہا ہے۔

"کمرے کوئی نہیں اور برآمدہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے لیکن یہ حالات ہمیں تعلیم حاصل کرنے سے تو نہیں روک سکتے۔ ہم باقاعدگی کے ساتھ اپنی کلاسوں میں آ رہی ہیں البتہ جب قدرتی حالات اجازت نہیں دیتے تو پھر ہمارے پاس چھٹی کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا"۔ یہ ہیں نو سالہ سدرہ کی باتیں جو دوسری جماعت کی طالبہ ہے۔ غیر محفوظ حالات کے باوجود وہ اپنی دیگر ہم جماعت بچیوں کے ساتھ حصول علم کے لئے روزانہ سکول آتی ہے۔

عسکریت پسندوں نے چار سال پہلے خیبر ایجنسی کے گاؤں حکم خان کالے کے گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول کو تباہ کر دیا تھا۔ سکول میں تقریباً 200 مقامی قبائلی بچیاں زیر تعلیم تھیں جو اب ٹوٹی دیواروں اور کچی پکی زمین پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتی ہیں اور جن کے پاس فرنیچر نام کی کوئی چیز نہیں۔ تعلیم کی خاطر انہوں نے اپنے بدترین حالات میں بہترین راہ نکال لی ہے۔ سکول کی بچیوں اور استانیوں کا کہنا ہے کہ حکام نے سکول کے لئے عمارت اور فرنیچر وغیرہ دینے اور اساتذہ کو تربیت دینے کے کئی وعدے کئے۔ آج بھی وہ اس گھڑی کی منتظر ہیں جب یہ وعدے شرمندہ تعبیر ہوں گے اور اس خطے میں محفوظ حالات کے تحت مفت اور آسان تعلیم کی فراہمی ممکن ہوگی۔ وہ یہ بھی سمجھتی ہیں کہ کرپشن کا خاتمہ ہو جائے تو خطے میں شعبہ تعلیم کی کایا پلٹ جائے گی۔

وضاحت: یہ کہانی جناب راحت شنواری نے متاثرہ فرد کے ساتھ اپنی گفتگو کی روشنی میں بیان کی ہے۔

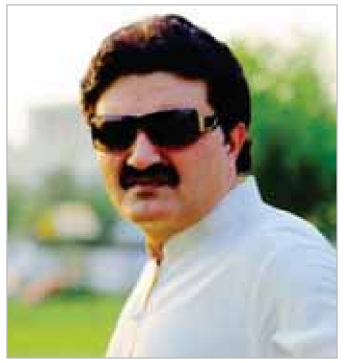

اجمل خان وزیر

کنوینزوترجمان، سیاسی جماعتوں کی مشترکہ کمیٹی برائے فاٹا اصلاحات
مرکزی سینئر نائب صدر، پاکستان مسلم لیگ

فاٹا کوئی نام نہیں بلکہ انگریزی الفاظ کے مخفف سے بننے والا ایک لفظ ہے۔کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ اس خطے اور یہاں رہنے والے لوگوں کی اصل شناخت کی عکاسی کرتا ہے؟ کیا آپ اس علاقے کے لئے کوئی متبادل نام تجویز کرنا چاہیں گے؟

میرے نزدیک فاٹا واقعی کوئی نام نہیں ہے۔نام تو تبدیل ہونا چاہیئے لیکن یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اصل مسئلہ نام کا نہیں بلکہ فاٹا کی آئینی حیثیت کا ہے۔اس حیثیت میں ترمیم اور نظرثانی ہونی چاہیئے تاکہ خطے میں کسی تبدیلیوں کا موقع مل سکے۔

کیا آپ کے خیال میں آزادی کے 68 سال بعد بھی فاٹا کی ''خصوصی حیثیت''، جو باقی ماندہ ملک سے مختلف ہے،کو برقرار رکھنے کا کوئی جواز ہے؟

فاٹا کو دی گئی ''خصوصی حیثیت'' تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔اس حوالے سے بھی صرف آئینی ڈھانچے میں تبدیلی کے ذریعے خطے میں کوئی تبدیلی دیکھنے کو مل سکتی ہے۔اس بارے میں کئی آراء پائی جاتی ہیں کہ اس بات کو یقینی بنانے کے لئے فاٹا میں تبدیلی کس طرح لائی جائے کہ اس کے ساتھ باقی ماندہ ملک جیسا ہی سلوک ہو۔جیسے فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں ضم کردیا جائے یا اسے آزاد صوبہ بنا دیا جائے یا گلگت بلتستان والے ماڈل کی طرز پر یہاں ایک گورننگ باڈی متعارف کرائی جائے۔تاہم کسی کو یہ خیال نہیں آیا کہ بنیادی ڈھانچے میں اتنی بڑی تبدیلی آئے گی کیسے؟ مثال کے طور پر خیبر پختونخواہ حکومت تو اس قابل بھی نہیں کہ اپنے موجودہ اضلاع کو پوری طرح سنبھال سکے۔اتنے زیادہ اضلاع والے اس پورے نئے خطے کی اضافی انتظامیہ اور امور وہ کس طرح چلائے گی؟ کوئی بھی اصلاحاتی عمل شروع کرنے سے پہلے ان سوالات پر مناسب منصوبہ بندی کرنا ہوگی۔

فاٹا ملک کا سب سے کم ترقی یافتہ علاقہ ہے۔آپ کی رائے میں فاٹا کی پسماندگی میں کون سے بنیادی عوامل کارفرما ہیں؟

خطے میں عسکریت پسندوں کی بڑھتی سرگرمیاں اور بیوروکریسی اہلکاروں کی کرپشن اور لوٹ مار وہ بڑی وجوہات ہیں جن کی بناء پر فاٹا ترقی کی دوڑ میں پیچھے ہے۔اس وقت تمام اختیارات تین لوگوں کے ہاتھ میں ہیں، پولیٹکل ایجنٹ، گورنر اور صدر۔کسی پر کوئی چیک اینڈ بیلنس نہیں ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ خطے میں ترقیاتی منصوبوں کے لئے مختص کئے جانے والے وسائل پر کوئی احتساب نہیں ہو پاتا۔

فاٹا کی دیرپا ترقی (مثلاً سیاسی و معاشی ترقی، قانونی، آئینی، سیاسی اور دیگر لحاظ سے) کے لئے آپ کی بنیادی تجاویز کیا ہیں؟

''آغاز حقوق بلوچستان'' پیکج کے رہنما اصولوں کی روشنی میں ''حقوق فاٹا پیکج'' پر عملدرآمد کیا جائے۔اس پیکج میں چار ترجیحی شعبوں کو مرکزی حیثیت دی جائے: تعلیم، صحت، بنیادی ڈھانچہ اور روزگار اور حکومت اس پر عملدرآمد کرے۔بدقسمتی سے اگر آپ اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو خطے میں فوج جو کچھ کر رہی ہے وہ سب کو نظر آتا ہے (جیسے کیڈٹ کالج، سڑکوں کی تعمیر وغیرہ) جبکہ حکومت، فاٹا کے معاملے میں لگتا ہے کہ سو رہی ہے۔اس پیکج کی بدولت حکومت کو فاٹا کے لوگوں کا اعتماد بہتر بنانے کا موقع مل جائے گا۔

اس کے علاوہ آئینی اور طرز حکمرانی کے ڈھانچوں پر بھی نظرثانی ہونی چاہیئے جس میں آرٹیکل 247 کی شق 3 اور 7 خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بین الاقوامی برادری کو بھی چاہیئے کہ وہ فاٹا کے نوجوانوں کے لئے مختلف مہارتیں سیکھنے کے مواقع پیدا کرنے میں زیادہ فعال کردار ادا کرے۔بین الاقوامی برادری اور عطیہ دینے والے دیگر اداروں کو چاہیئے کہ وہ مل کر خطے کے نوجوانوں کی تعلیم کے لئے مالی وسائل کا ایک فنڈ قائم کریں۔اس سے خطے میں عسکریت پسندی کے طاعون پر قابو پانے میں مدد ملے گی کیونکہ ہر گھر میں کئی بچے ہیں اور چونکہ وہ لوگ سب کو نہیں پڑھا سکتے اس لئے زیادہ تر نوجوان عسکری تربیت کی طرف چلے جاتے ہیں کیونکہ انہیں روزگار کا یہی راستہ میسر ہوتا ہے۔

آخری بات، فاٹا کے عوام کو مقامی قومی (قبائلی) جرگوں کی صورت میں کسی طرح کے ریفرنڈم کے ذریعے فیصلہ سازی کے عمل میں مکمل طور پر شامل کیا جائے۔یہی وہ لوگ ہیں جو سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں لہٰذا انہیں فیصلہ کرنے کی مکمل آزادی دینا سب سے ضروری ہے۔

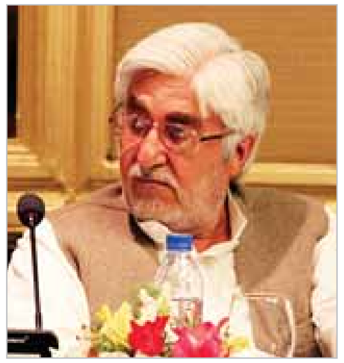

اسد آفریدی

سینئر رکن، سیاسی جماعتوں کی مشترکہ کمیٹی برائے فاٹا اصلاحات
پراونشل پولیٹکل ٹریننگ سیکرٹری، قومی وطن پارٹی، چیئرمین فاٹا زون

فاٹا کوئی نام نہیں بلکہ انگریزی الفاظ کے مخفف سے بننے والا ایک لفظ ہے۔کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ اس خطے اور یہاں رہنے والے لوگوں کی اصل شناخت کی عکاسی کرتا ہے؟ کیا آپ اس علاقے کے لئے کوئی متبادل نام تجویز کرنا چاہیں گے؟

لفظ فاٹا اس خطے یا یہاں بسنے والے لوگوں کے ساتھ پوری طرح انصاف نہیں کرتا۔سیاسی جماعتوں کی مشترکہ کمیٹی برائے فاٹا اصلاحات یقیناً اس خطے کے لئے ایک نیا نام تجویز کرنا چاہے گی۔ماضی میں اس خطے کو قبائلی پختونخواہ کا نام بھی دیا جاتا تھا۔اس حوالے سے بہترین حل یہ ہے کہ فاٹا کو خیبر پختونخواہ کا حصہ بنا دیا جائے جس سے موزوں نام کا مسئلہ خودبخود حل ہو جائے گا۔

کیا آپ کے خیال میں آزادی کے 68 سال بعد بھی فاٹا کی ''خصوصی حیثیت''، جو باقی ماندہ ملک سے مختلف ہے،کو برقرار رکھنے کا کوئی جواز ہے؟

اس خطے کو یہ ''خصوصی حیثیت'' انگریز سرکار نے دی تھی جن کے اپنے مذموم مقاصد تھے۔اب اس حیثیت کا سراسر کوئی جواز نہیں رہا۔1973 کے آئین میں واضح طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ فاٹا، پاکستان کا حصہ ہے پھر اس کے ساتھ یہ منفرد سلوک کیوں کیا جائے؟ فاٹا کے ارکان پارلیمان کی جانب سے خطے کو صوبے کے زیرانتظام قبائلی علاقہ جات (پاٹا) میں تبدیل کرنے کے مطالبے سے ''خصوصی حیثیت'' کا مسئلہ خودبخود حل ہو جائے گا۔یہ ''خصوصی حیثیت'' محض سول بیوروکریسی کے مفاد میں ہے جس سے مقامی لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا۔اسے ختم کرنا ضروری ہے۔

فاٹا ملک کا سب سے کم ترقی یافتہ علاقہ ہے۔آپ کی رائے میں فاٹا کی پسماندگی میں کون سے بنیادی عوامل کارفرما ہیں؟

پہلی بات، ناقص طرز حکمرانی۔قوانین پر غیر موثر عملدرآمد۔قوانین پر عملدرآمد کی کمی۔بیوروکریسی، ملکوں اور عسکریت پسندوں کی کرپشن اور پیسہ بنانے کے حربے، جن کے نتیجے میں ترقی کے لئے مختص کئے جانے والے معاشی وسائل ہڑپ ہو رہے ہیں۔مسئلے کا حل اس بات کو یقینی بنانے میں ہے کہ باقی ماندہ ملک میں جو قوانین نافذ ہیں فاٹا میں بھی ان پر پوری طرح عملدرآمد کیا جائے۔مثال کے طور پر کرپشن کے خاتمہ کے لئے فاٹا کو نیب آرڈیننس کے دائرے میں لایا جائے اور اسے یہاں نافذ کیا جائے۔

اس خطے کا ایک الگ سیکرٹیریٹ بھی ہے! اس کے بعد آپ کو کچھ جاننے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ پاکستان میں ہر صوبے کا ایک سیکرٹیریٹ ہے، کسی خطے کا نہیں! طرز حکمرانی کے نظاموں میں پائے جانے والے اس الجھاؤ کو ختم کرنا ہوگا۔کوئی خطہ ایسے حالات میں کس طرح ترقی کر سکتا ہے جب اس پر حکمران اتھارٹی ہی الجھاؤ کا شکار ہو؟ یا جہاں تک فاٹا کا تعلق ہے تو یہاں اس کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے!

فاٹا کی دیرپا ترقی (مثلاً سیاسی و معاشی ترقی، قانونی، آئینی، سیاسی اور دیگر لحاظ سے) کے لئے آپ کی بنیادی تجاویز کیا ہیں؟

عسکریت پسندی کو فوری طور پر ختم کیا جائے، یہ علاقے کی اصلاح کے لئے بالکل بنیادی نوعیت کا اقدام ہے۔فاٹا کو پاٹا بنایا جائے اور وقت کے ساتھ فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں ضم کرنا ہی ایک طویل مدتی اور دیرپا حل ہے۔

ایاز وزیر

سابق پاکستانی سفیر

فاٹا کوئی نام نہیں بلکہ انگریزی الفاظ کے مخفف سے بننے والا ایک لفظ ہے۔کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ اس خطے اور یہاں رہنے والے لوگوں کی اصل شناخت کی عکاسی کرتا ہے؟ کیا آپ اس علاقے کے لئے کوئی متبادل نام تجویز کرنا چاہیں گے؟

خطے کے ساتھ اپنی پرانی وابستگی کی بناء پر لفظ فاٹا اب اس علاقے کی شناختی علامت بن چکا ہے۔اس نام میں ان لوگوں کے جذبات پنہاں ہیں جو اس خطے کو اپنا گھر کہتے ہیں۔البتہ اس نام میں ترمیم ہونی چاہئے کیونکہ اس میں اس خطے یا اس کے لوگوں کی اصل چاشنی نہیں ملتی۔ یہ تبدیلی خطے کے باسیوں کی رضامندی سے ہی ہونی چاہئے اور نیا نام ایسا ہو جو ان کی اجتماعی شناخت اور اس خطہ ارضی کی ثقافتوں کی عکاسی کرتا ہو۔ جب فاٹا کی تمام ایجنسیوں کے اپنے اپنے نام ہیں (جیسے مہمند، اورکزئی وغیرہ) جو ان کی ثقافت اور ان کے لوگوں کے عکاس ہیں تو پھر فاٹا اس سے محروم کیوں رہے؟

کیا آپ کے خیال میں آزادی کے 68 سال بعد بھی فاٹا کی ''خصوصی حیثیت''، جو باقی ماندہ ملک سے مختلف ہے، کو برقرار رکھنے کا کوئی جواز ہے؟

فاٹا کی حیثیت کا تعین آزادی کے فوراً بعد ہی ہو جانا چاہئے تھا۔ سالہا سال سے فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر) جیسے ڈریکولائی قانون کے تسلسل سے یہاں کے لوگ ایک غیر منصفانہ طرز زندگی کے عادی ہو کر رہ گئے ہیں۔ فاٹا کا انتظام ایسے لوگ چلاتے ہیں جو مقامی نہیں اور خطے کی تشکیل سے آشنا نہیں۔ ایف سی آر میں آہستہ آہستہ ترامیم لائی جائیں اور اس عمل میں طرز حکمرانی کی اصلاح اس طرح ہو کہ فاٹا کے مقامی لوگ خطے کی پالیسی سازی میں بنیادی فریق کے طور پر ابھر کر سامنے آئیں۔

فاٹا ملک کا سب سے کم ترقی یافتہ علاقہ ہے۔آپ کی رائے میں فاٹا کی پسماندگی میں کون سے بنیادی عوامل کارفرما ہیں؟

سیاسی عمل میں فاٹا کے مقامی لوگوں کی نمائندگی کا فقدان ہے۔ خطے کو چلانے کے جو بھی نظام ہیں ان میں لوگوں کی کوئی رائے شامل نہیں اور وہ ایسے اجنبی منتظمین کے رحم و کرم پر ہیں جن کے لئے یہ سب پیسے کا کھیل ہے۔ اگر خطے کا ارتقاء ہونا ہے اور اس نے ترقی کرنی ہے تو مقامی لوگوں کو ان نظاموں میں شامل کرنا ہوگا اور ان کی آراء پر توجہ دینا ہوگی اور انہیں تسلیم کرنا ہوگا۔

فاٹا کی دیرپا ترقی (مثلاً سیاسی و معاشی ترقی، قانونی، آئینی، سیاسی اور دیگر لحاظ سے) کے لئے آپ کی بنیادی تجاویز کیا ہیں؟

مقاصد قلیل مدت کے ہوں یا درمیانی مدت کے یا پھر طویل مدت کے، ان سب میں اندرون ملک نقل مکانی کرنے والے افراد (آئی ڈی پیز) کی دوبارہ آبادکاری اور بحالی کو مرکزی حیثیت دینا ہوگی۔ یہ لوگ عارضی طور پر نہیں بلکہ مستقل طور پر بے گھر ہیں۔ بنیادی ڈھانچے کی تعمیر اور ان لوگوں کا طرز زندگی معمول پر لانے کے لئے خاطر خواہ وسائل فراہم کئے جائیں۔ یورپ کا مارشل منصوبہ، جس پر 1948 میں یورپ میں معاشی بحالی کے لئے عملدرآمد کیا گیا، اس سلسلے میں رہنمائی کے لئے ایک عمدہ مثال ہے۔ اس معاملے میں بھی فاٹا کے مقامی لوگ وہ کلیدی جزو ہیں جنہیں اس کی تشکیل میں شامل کرنا ضروری ہوگا تاکہ بحالی کامیاب اور اور دیرپا ہو۔

اس سے بڑھ کر اہم بات یہ ہے کہ آئی ڈی پیز میں تعلق کا ایک احساس پیدا کیا جائے، انہیں پاکستان کا شہری سمجھا جائے اور انہیں وہ تمام حقوق دیئے جائیں جو ان پر لاگو ہوتے ہیں۔ جہاں تک فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں ضم کرنے یا الگ صوبہ بنانے کے ممکنات کا تعلق ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا فیصلہ فاٹا کے عوام سے ریفرنڈم کے ذریعے لیا جائے۔ طویل مدتی اعتبار سے فاٹا کی قسمت کسی اور کے نہیں بلکہ فاٹا کے عوام کے اپنے ہاتھ میں ہونی چاہئے۔

بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) محمود شاہ

سابق سیکرٹری سکیورٹی فاٹا

فاٹا کوئی نام نہیں بلکہ انگریزی الفاظ کے مخفف سے بننے والا ایک لفظ ہے۔کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ اس خطے اور یہاں رہنے والے لوگوں کی اصل شناخت کی عکاسی کرتا ہے؟ کیا آپ اس علاقے کے لئے کوئی متبادل نام تجویز کرنا چاہیں گے؟

اس علاقے کو ایک خصوصی قانون کے تحت چلایا جا رہا ہے۔ جب تک نظام طرز حکمرانی میں وقت کے ساتھ تبدیلی نہیں لائی جاتی اور اس قانون کو تبدیل نہیں کیا جاتا نام بدلنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

کیا آپ کے خیال میں آزادی کے 68 سال بعد بھی فاٹا کی ''خصوصی حیثیت''، جو باقی ماندہ ملک سے مختلف ہے، کو برقرار رکھنے کا کوئی جواز ہے؟

سب سے پہلے اور سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ یہ خطہ طرز حکمرانی اور انتظامیہ کے کسی مضبوط نظام کے تحت نہیں آتا۔ یہی وہ خامی ہے جس کی اصلاح ضروری ہے اور ساتھ ساتھ اس عمل میں متعلقہ فریقوں کو بھی شامل کرنے کی ضرورت ہے۔اس کے بعد فاٹا کی حیثیت کی اصلاح کی جائے جو میرے نزدیک فی الوقت غیر منصفانہ ہے۔

فاٹا ملک کا سب سے کم ترقی یافتہ علاقہ ہے۔آپ کی رائے میں فاٹا کی پسماندگی میں کون سے بنیادی عوامل کارفرما ہیں؟

میرے خیال میں اس کا الزام تاریخی چشم پوشی کو جاتا ہے۔ فنڈز، جو ایک طرف بدانتظامی کا شکار ہیں تو دوسری جانب کرپشن کا، ان مقاصد پر نہیں لگائے جا رہے جن کے لئے یہ دیئے جا رہے ہیں۔ جب تک طرز حکمرانی کا یہ نظام باقی ہے جس میں کوئی احتساب اور شفافیت نہیں، اس وقت تک یہ خطہ اسی طرح ترقی کی کمی کا شکار رہے گا۔ ترقیاتی عمل دیرپا بنیاد پر ہونا چاہئے۔ محض علامات کا نہیں بلکہ بیماری کا خاتمہ ضروری ہے۔ وفاقی حکومت ابھی بھی اس علاقے کو پوری طرح سمجھ نہیں پائی۔ یہ لوگ زبانی جمع خرچ کرتے ہیں، لفظوں کے ساتھ کھیلتے ہیں اور انجام کار فاٹا کے لوگوں کی زندگیوں کے ساتھ کھیلتے ہیں۔

فاٹا کی دیرپا ترقی (مثلاً سیاسی و معاشی ترقی، قانونی، آئینی، سیاسی اور دیگر لحاظ سے) کے لئے آپ کی تین بنیادی تجاویز کیا ہیں؟

قلیل اور درمیانی مدت کے مقاصد زیادہ ثمر آور نہیں رہتے اس لئے اصل زور طویل مدتی مقاصد پر دیا جانا چاہئے۔ خطے کو صحیح معنوں میں ترقی سے روشناس کرانے کے لئے وژن کا طویل مدتی ہونا ضروری ہے۔ انتظامیہ کے نظام میں بہتری ناگزیر ہے۔ میرے دور میں سلسلہ وار تبدیلیاں تجویز کی گئیں اور پانچ سالہ عرصے میں ان پر عملدرآمد کیا گیا۔ اس علاقے کو باقی ماندہ ملک کے برابر لانا ازحد ضروری ہے اور فاٹا کے عوام کو انتظامیہ کے نظام میں فریق بنایا جائے۔

فرید خان وزیر

سابق وفاقی سیکرٹری وزارت انسانی حقوق پشاور

سابق چیف سیکرٹری، شمالی علاقہ جات

فاٹا کوئی نام نہیں بلکہ انگریزی الفاظ کے مخفف سے بننے والا ایک لفظ ہے۔کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ اس خطے اور یہاں رہنے والے لوگوں کی اصل شناخت کی عکاسی کرتا ہے؟ کیا آپ اس علاقے کے لئے کوئی متبادل نام تجویز کرنا چاہیں گے؟

یہ نام یقیناً اس علاقے یا اس کے عوام کی اصل شناخت کی عکاسی نہیں کرتا۔ یہ علاقہ ہزاروں سال سے قبائلیوں کا مسکن ہے جن کی تعداد اب لاکھوں سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔ اس علاقے کا نام ''قبائلستان'' ہونا چاہئے۔

کیا آپ کے خیال میں آزادی کے 68 سال بعد بھی فاٹا کی ''خصوصی حیثیت''، جو باقی ماندہ ملک سے مختلف ہے، کو برقرار رکھنے کا کوئی جواز ہے؟

یہ خصوصی حیثیت قائداعظم محمد علی جناح نے دی تھی اور اسے فاٹا کے عوام کی اجازت کے بغیر واپس نہیں لیا جا سکتا۔

فاٹا ملک کا سب سے کم ترقی یافتہ علاقہ ہے۔آپ کی رائے میں فاٹا کی پسماندگی میں کون سے بنیادی عوامل کارفرما ہیں؟

بدقسمتی سے تمام سابقہ حکومتوں نے فاٹا کو نظر انداز کیا اور جان بوجھ کر ترقی کی دوڑ میں پیچھے رکھا۔ اگرچہ پست شرح خواندگی (جو بالعموم پورے پاکستان کا مسئلہ ہے) بنیادی عوامل میں سے ایک ہے لیکن دیگر وجوہات میں وفاقی حکومت کی غیر واضح پالیسیاں بھی شامل ہیں جو خدمات کی فراہمی کے شعبوں میں یکسر چشم پوشی کا باعث بن رہی ہیں۔

فاٹا کی دیرپا ترقی (مثلاً سیاسی و معاشی ترقی، قانونی، آئینی، سیاسی اور دیگر لحاظ سے) کے لئے آپ کی بنیادی تجاویز کیا ہیں؟

فاٹا کو ہمیشہ ایک خوفناک دیو، لاقانونیت کا شکار علاقے اور ایک ایسی سرزمین کے طور پر پیش کیا گیا ہے جہاں انسان نہیں بستے۔ اسے جان بوجھ کر باقی ماندہ پاکستان سے الگ تھلگ کر دیا گیا ہے۔ خطہ جس بے چینی کا شکار ہے اور دہشت گردی کے خلاف جو جنگ یہاں لڑی جا رہی ہے اس کا الزام بیرونی قوتوں کو جاتا ہے۔ پہلے یہ علاقہ روس کے لئے جنگی پڑاؤ کا مقام تھا اور آج دوسری غیر ملکی طاقتیں اسے اس مقصد کے لئے استعمال کر رہی ہیں۔

طویل مدت کے لئے سماجی و اقتصادی ترقی کا ایک بیس سالہ منصوبہ تشکیل دیا جائے جس میں تعلیم، صحت، بنیادی ڈھانچے، دیہی ترقی اور معدنیات کو بروئے کار لانے کے لئے فنڈز شامل ہوں۔ ان عوامل کا جائزہ لینے پر پتہ چلے گا کہ ان کے نتیجے میں بیروزگاری کی شرح میں کمی آئے گی۔ فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر) اگرچہ انصاف کا ایک موثر نظام ہے لیکن اس میں ترامیم کی بھی ضرورت ہے کیونکہ اسے بارہا غلط طور پر استعمال کیا جا چکا ہے۔ خطے کے عوام کو بااختیار بنانے اور فاٹا کو الگ صوبہ بنانے کی ضرورت ہے جس کی باگ ڈور فاٹا سے تعلق رکھنے والی ایسی اتھارٹی کے ہاتھ میں ہو جو اس خطہ ارضی اور اس کے مسائل کو سمجھتی ہو۔

بشریٰ گوہر

سینئر نائب صدر، عوامی نیشنل پارٹی
رکن مقننّہ کمیٹی برائے امور خزانہ وریونیو اور امور داخلہ، رکن ورکنگ کونسل ویمن پارلیمنٹری کاکس

فاٹا کوئی نام نہیں بلکہ انگریزی الفاظ کے مخفف سے بننے والا ایک لفظ ہے۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ یہ اس خطے اور یہاں رہنے والے لوگوں کی اصل شناخت کی عکاسی کرتا ہے؟ کیا آپ اس علاقے کے لئے کوئی متبادل نام تجویز کرنا چاہیں گی؟

فاٹا کو انگریزی میں کچھ یوں کہنا چاہیئے: Federally Alienated and Abandoned Tribal Areas جس کا اردو میں مطلب یہ ہوگا کہ ''وفاق کی طرف سے بیگانگی اور بے اعتنائی کا شکار قبائلی علاقہ جات''۔ یہ خیبر پختونخواہ کا لازمی جزو ہے اور اسے اس صوبے میں ہی ضم کر دیا جانا چاہیئے اور قومی دھارے میں پوری طرح شامل کیا جانا چاہیئے۔

کیا آپ کے خیال میں آزادی کے 68 سال بعد بھی فاٹا کی ''خصوصی حیثیت''، جو باقی ماندہ ملک سے مختلف ہے، کو برقرار رکھنے کا کوئی جواز ہے؟

کون سی ''خصوصی حیثیت''؟ ہمارے شہریوں کو بنیادی حقوق سے محروم کرنے اور انہیں نام نہاد سٹریٹجک مفادات کے لئے چارے کے طور پر استعمال کرنے کا جواز کس طرح پیش کیا جا سکتا ہے؟ آزادی کے 68 سال بعد بھی فاٹا کے عوام غیر انسانی برطانوی قانون فرنٹیئر کرائمنز ریگولیشن (ایف سی آر) کے تحت زندگی گزار رہے ہیں۔ اس کا کوئی جواز نہیں! درحقیقت یہ تو قابل مذمت ہے۔ خود کو نقصان پہنچانے والی ریاست کی سٹریٹجک ڈیپتھ کی پالیسیوں نے کئی نسلوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ راولپنڈی اور اسلام آباد والے فاٹا کو محض ایک سٹریٹجک جگہ کے طور پر اور اس کے لوگوں کو سٹریٹجک مفادات کے لئے استعمال ہونے والے توپوں کے گولہ بارود کے طور پر دیکھتے ہیں۔ سیاسی اور قبائلی اشرافیہ، فوجی اور سول بیوروکریسی نے فاٹا کو پسماندہ رکھ کر اربوں روپے بنائے ہیں۔ کچھ عجب نہیں کہ فاٹا سے باہر رہنے والے لوگ جن کے فاٹا سے بے پناہ مخصوص مفادات وابستہ ہیں، وہ ایف سی آر کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے اور درحقیقت یہاں تک کہتے ہیں کہ فاٹا کے مقامی لوگ اپنی پسند سے غیر انسانی ایف سی آر اور قبائلی نظام کے تحت ہی رہنا چاہتے ہیں۔ اگر ان کے خیال میں یہ نظام اتنا ہی اچھا ہے تو اسے پورے ملک میں نافذ کر دیں۔ برطانیہ نے فاٹا کو بفرزون کے طور پر استعمال کیا۔ بدقسمتی سے پاکستان بھی اسی راستے پر چل رہا ہے اور اس نے فاٹا کو محض اسلام آباد/ راولپنڈی کی نوآبادیات بنا کر رکھا ہوا ہے۔

فاٹا ملک کا سب سے کم ترقی یافتہ علاقہ ہے۔ آپ کی رائے میں فاٹا کی پسماندگی میں کون سے بنیادی عوامل کارفرما ہیں؟

آئین کا نفاذ فاٹا پر نہیں ہوتا۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ پارلیمنٹ میں فاٹا کے منتخب نمائندے پورے ملک کے لئے قانون سازی کر سکتے ہیں ماسوائے ان لوگوں کے لئے جن کی وہ نمائندگی کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ آج کے اس دور میں بھی انصاف اور بنیادی انسانی حقوق مقامی لوگوں کے لئے دور از کار کی بات ہیں۔ دہشت گردی اور دہشت گردوں کو فاٹا میں پھلنے پھولنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ اس کی سماجی، سیاسی اور اقتصادی اساس کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ دو سو سے زائد مقامی قائدین کو نشانہ بنایا گیا اور قتل کر کے ایک خلاء پیدا کیا گیا جسے دہشت گردوں نے پر کیا۔ لوگوں کی زندگیوں اور ذرائع معاش کو تباہ کر دیا گیا ہے اور ہزاروں خاندان بے گھر ہو چکے ہیں۔ بنیادی سہولیات کمیاب ہیں، سینکڑوں سکولوں کو بموں سے اڑا دیا گیا ہے، پورے خطے میں کوئی ایک یونیورسٹی یا کوئی بڑا ہسپتال نہیں ہے۔ مقامی لوگوں کو ان سہولتوں کے لئے لمبا سفر طے کر کے خیبر پختونخواہ تک جانا پڑتا ہے حالانکہ یہ سہولتیں بلا معاوضہ اور بکثرت فراہم کرنا ریاست کا کام ہے۔ مقامی اور غیر ملکی دہشت گردوں کی ایک بڑی تعداد ایک دہائی سے زائد عرصے سے فاٹا میں بیٹھ کر کارروائیاں کر رہی ہے جن سے پوچھ گچھ کرنے والا کوئی نہیں۔ ترقی کی آڑ میں وصول کئے گئے اربوں روپوں کا کوئی احتساب نہیں۔ خود کو نقصان پہنچانے والی پاکستان کی پالیسیاں اور سٹریٹجک علاقائی مفادات کا نشانہ لازمی طور پر فاٹا کے لوگ ہی بنتے ہیں۔

فاٹا کی دیرپا ترقی (مثلاً سیاسی و معاشی ترقی، قانونی، آئینی، سیاسی اور دیگر لحاظ سے) کے لئے آپ کی تین بنیادی تجاویز کیا ہیں؟

قلیل مدت کے لئے فاٹا ایجنسیوں کی حیثیت تبدیل کر کے انہیں صوبے کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات (پاٹا) بنا دیا جائے اور خیبر پختونخواہ کی صوبائی اسمبلی میں نمائندگی دی جائے۔

درمیانے اور طویل مدتی مقاصد کے تحت ایف سی آر کو ختم کر دیا جائے اور فاٹا میں آئین کا نفاذ کیا جائے۔ فاٹا میں مقامی حکومت کا قانون نافذ کیا جائے اور باقی ماندہ ملک کی طرح انتخابات کرائے جائیں۔ اندرون ملک نقل مکانی کرنے والے افراد کی باوقار واپسی، تعمیر نو اور بحالی کو اولین ترجیح دی جائے۔ فوجی کارروائیوں سے تباہ ہونے والے گھروں اور کاروبار کی تعمیر نو کی جائے۔ آرٹیکل 246 اور 247 کو منسوخ کیا جائے اور فاٹا کو اعلیٰ عدلیہ کے دائرہ اختیار میں لایا جائے اور فاٹا کو قومی دھارے میں شامل کیا جائے۔

اعجاز احمد قریشی

چیئرمین فاٹا اصلاحاتی کمیشن
سابق چیف سیکرٹری، خیبر پختونخواہ

فاٹا کوئی نام نہیں بلکہ انگریزی الفاظ کے مخفف سے بننے والا ایک لفظ ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ اس خطے اور یہاں رہنے والے لوگوں کی اصل شناخت کی عکاسی کرتا ہے؟ کیا آپ اس علاقے کے لئے کوئی متبادل نام تجویز کرنا چاہیں گے؟

خطے کے نام پر فیصلہ اس خطے کے عوام سے ہی لیا جانا چاہیئے۔ صرف یہ احتیاط ضروری ہے کہ نام ایسا نہ ہو جو تقسیم پیدا کرے۔ ملک پہلے ہی کئی محاذوں پر تقسیم کا شکار ہے اور باقی یہی کرنا رہ گیا ہے کہ ہم اس میں ایک اور محاذ کا اضافہ کر لیں۔

کیا آپ کے خیال میں آزادی کے 68 سال بعد بھی فاٹا کی ''خصوصی حیثیت''، جو باقی ماندہ ملک سے مختلف ہے، کو برقرار رکھنے کا کوئی جواز ہے؟

جہاں تک حیثیت کا تعلق ہے تو قبائلی علاقہ جات میں ہر طرح کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ فاٹا کی حیثیت جرگہ کے نظام کے ذریعے طے ہونی چاہیئے۔ یہ جرگہ سیاسی نمائندوں اور قبائلی نمائندوں پر مشتمل ہو۔ جرگہ مقامی لوگوں اور مختلف گروپوں کے ساتھ بات چیت کرے، اتفاق رائے پیدا کرے اور یوں اس کی بنیاد پر ایک قانون منظور کیا جائے۔

فاٹا ملک کا سب سے کم ترقی یافتہ علاقہ ہے۔ آپ کی رائے میں فاٹا کی پسماندگی میں کون سے بنیادی عوامل کارفرما ہیں؟

ترقی کے اعتبار سے فاٹا ایک طویل عرصے تک چشم پوشی کا شکار چلا آ رہا ہے۔ زرعی معیشت یا صنعتی معیشت کے اعتبار سے اس کی کوئی ٹھوس حیثیت نہیں۔ اس خطے میں بے شمار معدنیات ہیں جنہیں بروئے کار لا کر معیشت کو ترقی دی جا سکتی ہے اور فاٹا میں ترقی کی راہ ہموار کی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں سرحد پار سے آنے والی آمدنیوں کو شفاف بنانے اور انہیں خطے کی ترقیاتی کاوشوں کے لئے بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔ وفاقی حکومت کو چاہیئے کہ خطے کو چاہے وقت آنے پر خیبر پختونخواہ میں ضم کر دیا جائے لیکن وہ اس کے لئے ترقیاتی فنڈز مختص کرے۔

فاٹا کی دیرپا ترقی (مثلاً سیاسی و معاشی ترقی، قانونی، آئینی، سیاسی اور دیگر لحاظ سے) کے لئے آپ کی بنیادی تجاویز کیا ہیں؟

قلیل مدت کے حوالے سے مقامی حکومتوں کا نظام تمام ترقیاتی منصوبوں کی نگرانی کرے اور جب تک اتفاق رائے پیدا نہیں ہو جاتا اور نئے انتخابات منعقد نہیں ہو جاتے جرگہ کو خطے کے نظام حکمرانی کے طور پر با اختیار بنایا جائے۔

طویل مدتی اعتبار سے ایجنسی انتظامیہ کو با اختیار بنایا جائے، انہیں بہترین پولیس، ٹریفک کنٹرول اور انٹیلی جنس فورسز کی حامل تربیت یافتہ لیوی دی جائے۔ آرمی اور فرنٹیئر کور افغانستان کے ساتھ سرحد کی نگرانی کریں کیونکہ سرحدی خلاف ورزی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ تعلیمی بنیادی ڈھانچہ بھی وقت کا تقاضا ہے۔ اس نوعیت کی تمام تبدیلیوں کے لئے فوری طور پر اندازاً دس ارب روپے کی ضرورت ہے جس کے بعد مزید 15 سے 20 ارب روپے درکار ہوں گے۔ علاوہ ازیں اندرون ملک نقل مکانی کرنے والے افراد (آئی ڈی پیز) کے لئے ایک بحالی پیکیج متعارف کرانا بھی ضروری ہے۔

شاہ جی گل آفریدی

پارلیمانی سربراہ، ارکان قومی اسمبلی فاٹا

فاٹا کوئی نام نہیں بلکہ انگریزی الفاظ کے مخفف سے بننے والا ایک لفظ ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ اس خطے اور یہاں رہنے والے لوگوں کی اصل شناخت کی عکاسی کرتا ہے؟ کیا آپ اس علاقے کے لئے کوئی متبادل نام تجویز کرنا چاہیں گے؟

فاٹا کا نام اس خطے کے لئے ہرگز موزوں نہیں ہے۔ کیسی مضحکہ خیز سی بات ہے کہ آپ ایک ایسے خطے کی حیثیت پر بحث کر رہے ہیں جہاں مقامی قبائلیوں اور ارکان پارلیمان کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس خطے کو کسی نام یا شناخت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ قبائلی بذات خود ایک شناخت ہیں اور جہاں تک شناخت کا تعلق ہے تو یہی ان کے لئے کافی ہے۔

اس موضوع پر بات کرتے ہوئے فاٹا کے ارکان پارلیمان نے حال ہی میں ایک بل جمع کرایا ہے جس کا مقصد فاٹا کے لوگوں کے لئے ان حقوق کے مساوی حقوق کا حصول ہے جو پاکستان کے تمام دیگر شہریوں کو حاصل ہیں۔ قانون سازی پہلا قدم ہے۔ نام کا معاملہ بعد میں آتا ہے۔

کیا آپ کے خیال میں آزادی کے 68 سال بعد بھی فاٹا کی ''خصوصی حیثیت''، جو باقی ماندہ ملک سے مختلف ہے، کو برقرار رکھنے کا کوئی جواز ہے؟

خطے کی تاریخ میں پہلی بار فاٹا کے ارکان پارلیمان کا ایک گروپ فاٹا کے عوام کے حقوق کی خاطر جدوجہد کے لئے یکجا ہوا۔ یہ گروپ مکمل طور پر متفق ہے کہ اس مقصد کے لئے پارلیمنٹ میں ایک بل پیش کیا جائے۔ بعض رکاوٹوں کی بناء پر ہم فاٹا کے لئے ایک بااختیار منتخب کونسل کا مطالبہ کرنے کا بل منظور نہ کر پائے۔ نتیجتاً ہم نے فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں ضم کرنے پر بحث کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا جس کے نتیجے میں یہ صوبے کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات یعنی پاٹا بن جائے گا۔

ہمارا اصل مقصد یہی ہے کہ فاٹا کے لئے منتخب ایگزیکٹو کونسلیں بنوائی جائیں جو چند ترامیم کے ساتھ وہی نظام ہوگا جو گلگت بلتستان میں رائج ہے۔ خیبر پختونخواہ کی حکومت نے اس معاملے پر کوئی جواب نہیں دیا۔ لہٰذا فیصلہ اب پارلیمنٹ کو کرنا ہے۔ ہم حکومت اور سیاسی جماعتوں کی طرف سے تنقید اور ترامیم کے لئے تیار ہیں اور ایک بار قانونی کارروائی شروع ہو جائے تو ہم فاٹا کے عوام کے پاس جانے اور انہیں اپنی سرزمین کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے عمل میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

فاٹا ملک کا سب سے کم ترقی یافتہ علاقہ ہے۔ آپ کی رائے میں فاٹا کی پسماندگی میں کون سے بنیادی عوامل کارفرما ہیں؟

افغانستان کی جنگ بنیادی سبب ہے روس کے حملے سے پہلے فاٹا کی صورتحال خوشگوار تھی۔ تجارتی سرگرمیاں زوروں پر تھیں اور یہ خطہ معاشی سرگرمیوں کا گڑھ تھا۔ تاہم افغان پناہ گزینوں کی یلغار کے ساتھ ہی صورتحال ویسی نہ رہی۔ گیارہ ستمبر کے بعد صورتحال میں مزید ابتری دیکھنے کو ملی جب اس خطے کو ''جنگ کا دارالخلافہ'' قرار دے دیا گیا۔ جنگ اور دہشت گردی کی لہر نے فاٹا میں خدمات فراہم کرنے کے تمام نظاموں کو نقصان پہنچایا اور طرز حکمرانی پر بھی اثرات مرتب کئے۔ قبائلی عمائدین اب جرگہ منعقد نہیں کرتے۔ اس سے پرانی اور نئی نسل کے درمیان بہت بڑا اخلاء پیدا ہو گیا اور اعتماد کی کمی کو ہوا ملی۔

دوسرا، خطے میں احتساب کا کوئی نظام نہیں ہے۔ سرکاری اہلکار اور پولیٹیکل ایجنٹ کرپٹ ہیں اور رشوت عام سی بات ہے۔ فاٹا کا بدنصیب خطہ اس وقت ایک مافیا کے نرغے میں ہے۔

فاٹا کی دیرپا ترقی (مثلاً سیاسی و معاشی ترقی، قانونی، آئینی، سیاسی اور دیگر لحاظ سے) کے لئے آپ کی بنیادی تجاویز کیا ہیں؟

درمیانی مدت کے مقاصد کے لئے فاٹا کے منتخب نمائندوں کو بالخصوص مالی وسائل اور ان کے استعمال پر چیک اینڈ بیلنس کا نظام رکھنے کے لئے اختیارات دیئے جائیں۔ اس علاقے کو سرحدی چوکیوں سے بھی خطیر آمدنی ہو سکتی ہے جس کی نگرانی اور قانونی حیثیت دینے کی ضرورت ہے جس سے مافیا کے نظام کا بھی خاتمہ ہوگا۔ یہ آمدنی فاٹا میں ترقیاتی سرگرمیوں پر سرمایہ کاری کے لئے انتہائی مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

طویل مدت کے لئے مقامی حکومتوں کا نظام خطے میں متعارف کرایا جائے اور انہیں ایگزیکٹو اختیارات دیئے جائیں۔ فاٹا کے ارکان پارلیمان نے مجوزہ منتخب کونسلوں میں خواتین اور اقلیتوں کو شامل کرنے کی تجاویز بھی پیش کیں۔ بل کی منظوری کا تمام تر مقصد فاٹا کے عوام کے لئے مساوی حقوق کا مطالبہ کرنا ہے۔

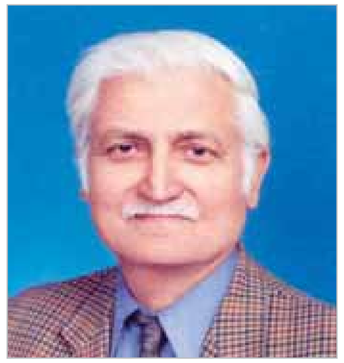

فرحت اللہ بابر

رکن سینیٹ و سابق سربراہ فاٹا اصلاحاتی کمیشن

فاٹا کوئی نام نہیں بلکہ انگریزی الفاظ کے مخفف سے بننے والا ایک لفظ ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ اس خطے اور یہاں رہنے والے لوگوں کی اصل شناخت کی عکاسی کرتا ہے؟ کیا آپ اس علاقے کے لئے کوئی متبادل نام تجویز کرنا چاہیں گے؟

یہ تو نام سے ہی ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اس کا انتظام پشاور اور اسلام آباد سے چلایا جاتا ہے اور ایسے لوگ چلاتے ہیں جنہیں اس خطے کے مقامی یا تاریخی سیاق و سباق سے کوئی شناسائی نہیں۔ اردو میں آج بھی لوگ اسے ''علاقہ غیر'' کہتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ فاٹا کے عوام کے ساتھ بیگانوں والا سلوک کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس کا ذکر سٹریٹجک علاقے کے طور پر بھی کیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس خطہ ارضی اور اس کی جغرافیائی حیثیت کو یہاں رہنے والے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔

کیا آپ کے خیال میں آزادی کے 68 سال بعد بھی فاٹا کی ''خصوصی حیثیت''، جو باقی ماندہ ملک سے مختلف ہے، کو برقرار رکھنے کا کوئی جواز ہے؟

فاٹا کی ''خصوصی حیثیت'' یا اسے خیبر پختونخواہ میں ضم کرنے یا الگ صوبہ بنانے کے معاملے میں تمام ممکنات پر فیصلہ فاٹا کے عوام سے ہی لیا جانا چاہیئے۔ آئین ایسی صورتحال میں ریفرنڈم کا نظام مہیا کرتا ہے۔ اس معاملے کا تعین قبائلی علاقوں کے عوام کی خواہشات کے مطابق ہونا چاہیئے۔ کسی باہر والے کا فیصلہ مسلط کرنا فاٹا کے عوام کے ساتھ مذاق ہوگا جنہیں 68 سالوں سے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

جب تک یہ کام ہوں، اس بات کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کئے جائیں کہ لوگوں کو مقامی حکومتوں کے اندر رہتے ہوئے بنیادی حقوق دیئے جائیں اور حصول انصاف کے موزوں مواقع فراہم کئے جائیں۔ اس کی حیثیت کچھ بھی ہو انصاف سے متعلق خدمات کی فراہمی، شکایات کے ازالے اور آئینی حقوق کے تحفظ کا اہتمام ہونا چاہیئے۔ حیثیت کے تعین میں وقت لگ سکتا ہے لیکن یہ ہمیں فاٹا کے عوام کو آئین میں دیئے گئے بنیادی انسانی حقوق دینے سے تو نہیں روکتا۔

فاٹا ملک کا سب سے کم ترقی یافتہ علاقہ ہے۔ آپ کی رائے میں فاٹا کی پسماندگی میں کون سے بنیادی عوامل کارفرما ہیں؟

اس کا الزام ماضی کی حکومتوں کے لاپرواہی والے اس رویئے کو جاتا ہے جس کے تحت زمین کو لوگوں پر ترجیح دی جاتی ہے۔ شمولیت پر مبنی طرز حکمرانی ناگزیر ہے۔ انصاف اور بنیادی حقوق کے مواقع یقینی بنانا ضروری ہے۔ اس سوچ کو ختم کیا جائے کہ قبائلی علاقہ جات میں سیاسی اصلاحات سے قومی سلامتی کو نقصان پہنچے گا۔ اس کے برعکس قبائلی علاقہ جات میں سیاسی و سماجی اصلاحات سے قومی سلامتی میں رکاوٹ نہیں بلکہ بہتری آئے گی۔

فاٹا کی دیرپا ترقی (مثلاً سیاسی و معاشی ترقی، قانونی، آئینی، سیاسی اور دیگر لحاظ سے) کے لئے آپ کی بنیادی تجاویز کیا ہیں؟

طویل مدتی اعتبار سے دیکھیں تو آئین کے آرٹیکل 247 کا خاتمہ بہت ضروری ہے تاکہ قبائلی علاقوں کو اعلیٰ عدالتوں کے دائرہ اختیار اور پہنچ میں لایا جا سکے۔ بلدیاتی اداروں کے ذریعے اپنی حکومت میں لوگوں کی شمولیت ناگزیر ہے۔ معاشی ترقی کے حوالے سے انہیں این ایف سی ایوارڈز میں شامل کیا جائے۔ اس اقدام کو یقینی بنانے کے لئے فاٹا پر ایک خصوصی دفعہ متعارف کرائی جائے۔

انٹرویو

رستم شاہ مہمند

سابق سفیر برائے افغانستان، سابق کمشنر برائے افغان پناہ گزین
سابق چیف سیکرٹری این ڈبلیو ایف پی، سابق سیکرٹری داخلہ پاکستان

فاٹا کوئی نام نہیں بلکہ انگریزی الفاظ کے مخفف سے بننے والا ایک لفظ ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ اس خطے اور یہاں رہنے والے لوگوں کی اصل شناخت کی عکاسی کرتا ہے؟ کیا آپ اس علاقے کے لئے کوئی متبادل نام تجویز کرنا چاہیں گے؟

شناخت کبھی بھی فاٹا کے عوام کا مسئلہ نہیں رہی کیونکہ یہ لوگ اپنی شناخت اپنی اپنی ایجنسیوں کے مطابق کرتے ہیں جن میں وہ رہتے ہیں۔ لہٰذا نام کی تبدیلی اور شناخت کے سوالات غیر متعلقہ سی باتیں ہیں۔ یہ بات طے ہے کہ فاٹا ایک صوبہ نہیں ہوسکتا۔ تمام ایجنسیوں کی اپنی اپنی ایک شناخت ہے اور مختلف خطوں سے تعلق رکھنے والے ملے جلے لوگ ایک ہی ایجنسی میں رہ رہے ہیں۔ جب یہ خطہ بذات خود کثیر نوعیت کا ہے تو پھر ایک نام کی کیا ضرورت ہے؟

کیا آپ کے خیال میں آزادی کے 68 سال بعد بھی فاٹا کی ''خصوصی حیثیت''، جو باقی ماندہ ملک سے مختلف ہے، کو برقرار رکھنے کا کوئی جواز ہے؟

1947 میں آزادی کے بعد پشاور کے عوام کو انتخاب کا موقع دیا گیا کہ وہ پاکستان کا حصہ بن جائیں یا پھر آزاد رہیں۔ جرگہ (قبائلی عمائدین) نے اظہار کیا کہ وہ پاکستان کا حصہ بننا چاہیں گے تاوقتیکہ ریاست ان کے امور میں مداخلت نہ کرے اور ان کی خودمختاری کو کوئی خطرہ نہ ہو۔ اس کے بعد سے یہ وہ اصول بن گیا جو ملک کے ساتھ اس خطے کے وجود کا تعین کرتا ہے اور پاکستان کے آئین میں فاٹا کو خصوصی حیثیت ملی ہوئی ہے۔ حالیہ کچھ عرصے سے فاٹا کے ارکان پارلیمان کی طرف سے فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں ضم کرنے یا اسے الگ صوبہ بنانے کے مطالبات کیئے جا رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب اس کی حیثیت ملکی قوانین میں قانونی طور پر طے کردی گئی ہے تو اسے کس طرح تبدیل کیا جاسکتا ہے؟ اگر اس حیثیت میں کوئی تبدیلی لانی ہے تو پھر فاٹا کی قسمت کا فیصلہ ریفرنڈم کے ذریعے ہونا چاہیئے۔

فاٹا ملک کا سب سے کم ترقی یافتہ علاقہ ہے۔ آپ کی رائے میں فاٹا کی پسماندگی میں کون سے بنیادی عوامل کارفرما ہیں؟

فاٹا کی پسماندگی کا الزام حکومت کی لاپرواہی کو جاتا ہے۔ اگر حکومت کے پاس رزمک جیسے علاقے میں کیڈٹ کالج تعمیر کرنے کے لئے وسائل موجود ہیں تو جہاں تک ترقی اور بنیادی ڈھانچے کا تعلق ہے تو یقیناً فاٹا کے معاملے میں بھی مسئلہ کوئی نہیں ہونا چاہیئے۔ تاہم حکومتوں کے سر پر علاقے اور تقسیم کی بحث سوار ہے اور انہیں یہ احساس نہیں کہ اصل انضمام خطے کی سماجی و معاشی ترقی میں ہے۔ وفاقی حکومت کو چاہیئے کہ وہ فاٹا کے علاقے کو زیادہ حمایت فراہم کرے۔ یہی وقت ہے کہ اصل توجہ عمدہ طرز حکمرانی کی طرف مبذول کی جائے۔

فاٹا کی دیرپا ترقی (مثلاً سیاسی و معاشی ترقی، قانونی، آئینی، سیاسی اور دیگر لحاظ سے) کے لئے آپ کی بنیادی تجاویز کیا ہیں؟

قلیل، درمیانی اور طویل مدت، سبھی مقاصد کے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ خطے میں امن قائم ہو۔ ترقیاتی منصوبے، معیاری خدمات مثلاً تعلیم و صحت تک رسائی، بہتر بنیادی ڈھانچے اور تحفظ و روزگار کے یقینی مواقع کو فاٹا کے کسی بھی منصوبے میں مرکزی حیثیت ملنی چاہیئے۔ اس خطے میں معدنیات کے کئی ذخائر ہیں جنہیں بروئے کار لانا ضروری ہے۔ یہاں تک کہ سرکاری ملازمین کو بھی بنیادی سہولتیں اور مراعات دی جائیں تاکہ علاقے کی خدمت پر ان کی حوصلہ افزائی ہو۔

خاطر خواہ فنڈز، انصاف پسند پولیٹکل ایجنٹ اور اہل گورنر، ان تمام باتوں کو عملی جامہ پہنانے کی بنیادی شرائط ہیں۔

فاٹا: کچھ جگ بیتی، کچھ آپ بیتی

© UNDP Pakistan

سرزمین کا قانون

محنت کا پھل سب کو نصیب نہیں ہوتا۔ یہی حال اٹھارہ سالہ محنتی طالب علم معاذ شنواری کا ہے جس کی ڈگری مکمل ہوتے ہوتے رہ گئی...

مارچ 2015 میں داؤد شنواری کی خیبر ایجنسی، فاٹا میں مقامی لیویز فورس کے ایک اہلکار کے ساتھ معمولی تلخ کلامی ہوگئی۔ اگلے روز اس اہلکار نے اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ کی عدالت میں اس کے خلاف شکایت درج کرادی۔ انتظامیہ نے فوری کارروائی کرتے ہوئے داؤد کے گھر پر چھاپہ مارا۔ وہاں انہیں داؤد نہیں ملا تو اس کی جگہ سرزمین کے قانون کے مطابق انہوں نے اس کے چھوٹے بھائی معاذ کو گرفتار کرلیا۔ یوں معاذ پابند سلاسل ہوگیا اور اپنے میٹرک کے سالانہ امتحان میں شریک نہیں ہو پایا حالانکہ اس کے گھر والوں اور پرنسپل نے خصوصی طور پر اس کی درخواست کی۔ یوں اس کی پورے سال کی محنت رائیگاں چلی گئی۔

ایک ماہ بعد معاذ شنواری کے بھائی نوید نے ضمانت پر رہائی کے لئے درخواست دائر کی لیکن اسے مسترد کردیا گیا۔ گھر والوں نے عدالتوں کا دروازہ بھی کھٹکھٹایا لیکن مقدمے کا ابھی تک جائزہ لیا جا رہا ہے اور آج بھی معاذ جیل میں بند ہے۔ آرٹیکل 247 کے تحت فاٹا، پشاور ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا اور یوں مقدمہ ہنوز زیر التواء ہے۔

وضاحت: یہ کہانی جناب راحت شنواری نے متاثرہ فرد کے ساتھ اپنی گفتگو کی روشنی میں بیان کی ہے۔

گلالائی اسماعیل

انسانی حقوق پر کام کرنے والی نوجوان پاکستانی خاتون ہیں جو 'اویئر گرلز' نامی این جی او کی چیئر پرسن ہیں، کامن ویلتھ یوتھ ایوارڈ 2015، ڈیموکریسی ایوارڈ 2013 اور انٹرنیشنل ہیومینسٹ ایوارڈ 2014 وصول کر چکی ہیں۔ 'فارن پالیسی' میگزین نے 2013 میں ان کا نام 100 مایہ ناز عالمی مفکرین کی فہرست میں شامل کیا۔

فاٹا کے نوجوانوں کے بنیادی مسائل کیا ہیں؟

نوجوانوں کے بنیادی مسائل عسکریت پسندانہ سرگرمیوں، آزادی اظہار کے فقدان، بیروزگاری اور تعلیم کی کمی سے متعلق ہیں۔ طرز حکمرانی اشرافیہ کے چند ہاتھوں تک محدود ہے جس کی بناء پر انصاف مجروح ہے اور خدمات اور نظاموں تک رسائی یکسر نہیں تو محدود ضرور ہے۔ جرگہ کا نظام بھی ایک مسلسل مسئلہ ہے جو فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر) کے سہارے خوب چل رہا ہے۔ روزگار کے مواقع کم ہونے کے باعث نوجوانوں کی ایک بڑی اکثریت کو عسکری تربیت پر لگایا جا رہا ہے اور ان سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لئے مختلف علاقوں کو بھیجا جا رہا ہے۔

تعلیمی نظام بہت ناقص ہے۔ تعلیمی اداروں میں عسکریت پسندوں کو ہیرو بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور طلبہ کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ ان ''ہیروز'' کو مثال کے طور پر اپنائیں۔ لہٰذا تعلیمی اداروں میں داخلے اور تعلیم کے تسلسل جیسے مسائل کے ازالہ سے پہلے نصاب پر حرف گیری کی ضرورت ہے۔

فاٹا کے لئے آپ کا وژن کیا ہے۔ آپ فاٹا کو مستقبل میں کیسی جگہ کے طور پر دیکھنا چاہیں گی اور فاٹا کے لئے آپ کن اصلاحات کی سفارش کریں گی؟

فوری طور پر سکالرشپ سکیمیں، آمدنی میں معاونت کی سکیمیں شروع کی جائیں، کوٹہ سسٹم متعارف کرایا جائے، تعلیمی بنیادی ڈھانچہ تعمیر کیا جائے اور اساتذہ کو تربیت دی جائے۔ نوجوان خواتین کو با اختیار بنایا جائے تا کہ وہ معاشرے میں تعمیری کردار ادا کر سکیں۔

تاہم تمام مسائل کی جڑ کمزور طرز حکمرانی ہے۔ فاٹا کے لئے وقت کا تقاضا ہے کہ طرز حکمرانی کے نظام پر نظر ثانی کی جائے۔ جب تک ایف سی آر نافذ ہے طرز حکمرانی اسی طرح کمزور رہے گا۔ فاٹا میں ایک جمہوری نظام تشکیل دیا جائے اور آزادانہ و منصفانہ سماعت کو روایت ملنی چاہیئے۔

میرا خواب ہے کہ فاٹا ایک ایسی جگہ بنے جہاں اس کے باشندوں کو امن وسلامتی ملے، جہاں کوئی بھی قدم خوف یا جھجک کے بغیر اٹھایا جائے، جہاں حقوق کا تحفظ ہو اور محروم طبقات کی آواز سنی جائے۔

محمد داؤد

نوجوان کارکن محمد داؤد کا تعلق فاٹا کے دور افتادہ علاقے سے ہے جنہوں نے نوجوانوں کو ترقیاتی سرگرمیوں میں ساتھ ملانے اور آگے لانے کے لئے تکل ویلفیئر آرگنائزیشن کی بنیاد رکھی۔ وہ ینگ نان پرافٹ پروفیشنل نیٹ ورک کے فعال رکن ہیں اور ایچ آئی وی ایڈز پر گلوبل یوتھ کولیشن کے ساتھ بھی کام کر رہے ہیں۔

فاٹا کے نوجوانوں کے بنیادی مسائل کیا ہیں؟

دہشت گردی کے خلاف جنگ تا حال وہ سب سے بڑا اژدہا ہے جو نوجوانوں کو نگل رہا ہے۔ نوجوان بڑی تعداد میں عسکریت پسندانہ سرگرمیوں میں ملوث ہیں اور دہشت گردی کی یہ ہوائیں نوجوانوں کی نفسیاتی اساس پر بھی اپنا اثر دکھا رہی ہیں۔ اس کی ایک وجہ تعلیم، روزگار اور سیاسی اختیار کی کمی ہے۔ نوجوانوں کو سیکھنے کے کوئی سودمند مواقع نہیں ملتے لہٰذا محفوظ زندگی کا واحد یقینی راستہ یہی رہ جاتا ہے کہ عسکریت پسند گروپوں کے ساتھ شامل ہو جائیں جہاں سے روٹی بھی مل جاتی ہے اور رہنے کو جگہ بھی۔

فاٹا کے لئے آپ کا وژن کیا ہے۔ آپ فاٹا کو مستقبل میں کیسی جگہ کے طور پر دیکھنا چاہیں گی اور فاٹا کے لئے آپ کن اصلاحات کی سفارش کریں گی؟

بہتر تعلیمی سہولیات کا اہتمام کیا جائے جن میں بنیادی ڈھانچے کی ترقی، اساتذہ کی تربیت، نصاب پر نظر ثانی اور مہارتیں بہتر بنانے کے مراکز پر زور دیا جائے۔ این جی اوز کافی کچھ کر چکی ہیں اب حکومت کو چاہیئے کہ وہ تبدیلیوں کا آغاز کرے۔ بلدیاتی اداروں کے انتخابات کا انعقاد بھی ضروری ہے البتہ جرگہ کا نظام بھی رائج رہنا چاہیئے کیونکہ یہ واحد نظام طرز حکمرانی ہے جو خطے میں موجود ہے۔ جب تک ایف سی آر نافذ ہے کچھ نہیں بدل سکتا۔ فاٹا اصلاحاتی کمیشن کے بھی کوئی ثمرات دیکھنے کو نہیں ملتے۔

میرا خواب ایک ایسا فاٹا ہے جو تعلیم یافتہ ہو۔ ہم مسائل کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں اور اب میں سمجھتا ہوں کہ آگے فاٹا کا مستقبل روشن ہے۔ فاٹا کے قدرتی وسائل کو بروئے کار لایا جائے جیسے مہمند ایجنسی میں سنگ مرمر موجود ہے۔ فاٹا کا مستقبل کچھ بھی ہو اس کا فیصلہ فاٹا کے عوام کی رضامندی سے ہونا چاہیئے۔

محمد فاروق

سول سوسائٹی تنظیم خادم الخلق فاؤنڈیشن کے بانی محمد فاروق ایک نوجوان کارکن ہیں جو فاٹا میں نوجوانوں، امن اور تعلیم کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ 2014 میں انہوں نے سری لنکا میں نوجوانوں پر ہونے والی عالمی کانفرنس میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ وہ امریکہ میں ہونے والے ''لیجسلیٹو فیلوشپ پروگرام'' کے سب سے کم عمر شریک تھے اور حال ہی میں انہیں این پیس ایوارڈ 2015 کے لئے نامزد کیا گیا ہے۔

فاٹا کے نوجوانوں کے بنیادی مسائل کیا ہیں؟

بظاہر فاٹا کے نوجوانوں کو جو مسائل درپیش ہیں ان میں ناخواندگی اور بیروزگاری سب سے نمایاں ہیں۔ ان دونوں کا سبب دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ اور بیروزگاری ہے۔ تعلیمی ادارے تباہ ہو گئے ہیں اور جو رہ گئے ہیں ان میں سے زیادہ تر غیر فعال ہیں۔ اس سے عسکریت پسندی اور انتہا پسندی کے لئے خلاء پیدا ہو گیا ہے۔ غیر تعلیم یافتہ نوجوان آسانی سے عسکریت پسند گروہوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ نے بھی بیروزگاری کے مسئلے کو دوچند کر دیا ہے۔ کئی نوجوان سنہرے مستقبل کی تلاش میں مشرق وسطیٰ کا رخ کرتے ہیں لیکن آئی ڈی پی بن کر واپس آ جاتے ہیں اور اب بیروزگار ہیں کیونکہ زیادہ تر مارکیٹیں تباہ ہو چکی ہیں۔

نوجوانوں کو کئی پوشیدہ مسائل بھی درپیش ہیں۔ مستقل طور پر خوف اور عدم تحفظ کا ماحول شدید نفسیاتی دھچکے کی کیفیت اور اخلاقی زوال کا باعث بن رہا ہے۔ منشیات اور ہتھیاروں کا استعمال نوجوانوں میں بھی دن بہ دن عام ہو رہا ہے۔

فاٹا کے لئے آپ کا وژن کیا ہے۔ آپ فاٹا کو مستقبل میں کیسی جگہ کے طور پر دیکھنا چاہیں گے اور فاٹا کے لئے آپ کن اصلاحات کی سفارش کریں گے؟

ایف سی آر کو ختم کرنا ضروری ہے اور فاٹا کو باقی ماندہ ملک کے دھارے میں لانے کی ضرورت ہے۔ آرٹیکل 247 میں ترمیم ہونی چاہیئے اور فاٹا کو تسلیم کرنے کے لئے یا تو اسے الگ صوبہ بنایا جائے یا پھر خیبر پختونخواہ میں ضم کر دیا جائے۔ پولیٹکل انتظامیہ کا احتساب وقت کا تقاضا ہے۔ پولیٹکل ایجنٹ کے اختیارات روکنے کے لئے آڈٹ کے عملی نظام کی سفارش کی جاتی ہے۔ مقامی حکومت کے انتخابات خیبر پختونخواہ والے فارمولے کے مطابق کرائے جائیں جہاں نوجوانوں، خواتین اور کسانوں کے لئے خصوصی کوٹہ مختص ہے۔

اس کے علاوہ بہتر تعلیمی سہولیات، مہارتوں کے فروغ کے مراکز کے قیام، فاٹا کے طلبہ کے لئے قومی اور بین الاقوامی دونوں سطحوں پر وظائف اور کوٹہ کا نفاذ ہونا چاہیئے۔ بین الاقوامی اور مقامی تنظیموں کو چاہیئے کہ وہ ماہر افراد کے لئے کاروباری سرگرمیوں کے مواقع کو بھی فروغ دیں اور طلبہ کے تبادلے کے پروگرام شروع کئے جائیں۔ حکومت کی طرف سے نوجوانوں کے لئے کھیلوں اور دیگر تفریحی سرگرمیوں کا آغاز بھی کیا جائے۔

میرا خواب ایک ایسا پرامن فاٹا ہے جہاں شہریوں کو ہر قدم پر عدم تحفظ اور خطرات کا سامنا نہ کرنا پڑے، جہاں بندوقوں اور گولیوں کی جگہ قلم اور کاغذ ہوں اور ناکامیوں اور پابندیوں کی جگہ امیدیں اور خواب ہوں۔

شاہ جہاں بنگش

این جی او رورل امپاورمنٹ اینڈ انسٹی ٹیوشنل ڈویلپمنٹ (آر ای پی آئی ڈی) کے مینجنگ ڈائریکٹر اور نوجوان کارکن شاہجہاں بنگش فاٹا پرسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے سابق طالب علم ہیں اور غربت کی زندگی بسر کرنے والی خواتین سے متعلق ذرائع معاش کے منصوبوں پر کام کر چکے ہیں جن کا مقصد انہیں ایسی مہارتوں سے لیس کرنا ہے جن کی بدولت وہ آمدنی کما سکیں۔

فاٹا کے نوجوانوں کے بنیادی مسائل کیا ہیں؟

ناقص تعلیمی سہولیات جو امن کے فقدان کا باعث بنتی ہیں، نوجوانوں سے متعلق بڑے مسائل ہیں۔ نوجوان معیاری تعلیم کی کمیابی اور اس بناء پر غیر قانونی سرگرمیوں کا حصہ بن جاتے ہیں کہ ہر طرف یہی غیر قانونی سرگرمیاں چل رہی ہیں۔ عطیہ دینے والے ادارے فاٹا میں سرمایہ کاری سے گریزاں ہیں۔

فاٹا کے لئے آپ کا وژن کیا ہے۔ آپ فاٹا کو مستقبل میں کیسی جگہ کے طور پر دیکھنا چاہیں گے اور فاٹا کے لئے آپ کن اصلاحات کی سفارش کریں گے؟

فاٹا کے شہریوں کو منصفانہ سماعت کا کوئی حق حاصل نہیں اور من مانی گرفتاری اور حراست سے بچاؤ کا ان کے پاس بمشکل کوئی راستہ ہے۔ فاٹا میں ایف سی آر اور ملک (مقامی عمائدین) کے ذریعے فیصلے کرنے کا نظام فرسودہ ہے اور اسے تبدیل ہونا چاہیئے۔ مزید برآں حکومت اور سول سوسائٹی کی جانب سے بنیادی اور اخلاقی تعلیم کی فراہمی متعارف کرانے کی ضرورت ہے۔ دیرپا ترقی اور وسائل کو بروئے کار لانا وہ شعبے ہیں جن پر کام ہونا چاہیئے۔

میرے خوابوں کا فاٹا مستقبل کا وہ مقام ہے جہاں مثبت سوچ کا دور دورہ ہو اور جو ٹیکنالوجی کے اعتبار سے مستحکم ہو۔

نوجوانوں کی آواز

صبا اسماعیل

یونائیٹڈ نیٹ ورک آف ینگ پیس بلڈرز کے انٹرنیشنل سٹیئرنگ گروپ کی رکن، 2013 ہرفورڈ یوتھ فیلو اور 2010 میں اقوام متحدہ میں سول سوسائٹی کی نمائندگی کرنے والی صبا اسماعیل این جی او ''اویئر گرلز'' کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر ہیں اور بالخصوص فاٹا کے خطے میں نوجوانوں کو بااختیار بنانے کے لئے انتھک کام کر رہی ہیں۔

فاٹا کے نوجوانوں کے بنیادی مسائل کیا ہیں؟

پرتشدد انتہاپسندی، جمہوریت اور شہریوں کی فعالی کا فقدان نوجوانوں کے بنیادی مسائل ہیں۔ ریاستی کرداروں کے ہاتھوں انسانی حقوق کی جتنی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں وہ ناقابل یقین ہیں۔ جب وہ یہ کہہ کر کسی گھر پر یلغار کرتے ہیں کہ اس کے اندر عسکریت پسند چھپے ہوئے ہیں تو انہیں اس بات کا یقین کس طرح ہو جاتا ہے کہ اس مکان میں رہنے والے پورے کنبے میں سبھی عسکریت پسند ہیں؟ حکام کا احتساب ہونا چاہئے اور ان پر چیک اینڈ بیلنس ہونا چاہئے۔

کئی تنظیمیں لاتعداد نوجوانوں کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرتی ہیں۔ نوجوان خاص طور پر نوجوان صحافی جب اپنی آواز اٹھانا چاہتے ہیں تو ان پر حملے ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ تعلیمی ادارے بھی پرتشدد ریشہ دوانیوں کی لپیٹ میں ہیں جہاں طلبہ کو پرتشدد تصویروں اور جنگ سے متعلق علامات کی مدد سے پڑھایا جاتا ہے۔ کیا آپ یقین کر سکتے ہیں کہ ضلع صوابی میں اسامہ بن لادن کے نام سے واقعی ایک لائبریری موجود ہے؟ نوجوانوں کا واسطہ جب اس طرح کے حالات سے ہو تو وہ بڑے ہو کر کس طرح نارمل رہ سکتے ہیں؟

فاٹا کے لئے آپ کا وژن کیا ہے۔ آپ فاٹا کو مستقبل میں کیسی جگہ کے طور پر دیکھنا چاہیں گی اور فاٹا کے لئے آپ کن اصلاحات کی سفارش کریں گی؟

انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹنگ بین الاقوامی سطح پر ہونی چاہئے۔ بین الاقوامی برادری کو چاہئے کہ اس حوالے سے دباؤ ڈالے اور اسے مزید بڑھائے۔ مدارس اور دیگر تعلیمی اداروں کے نصاب پر نظرثانی کی جائے اور اس کی نگرانی کی جائے۔ سیاسی پارٹیوں کو چاہئے کہ وہ زیادہ شفاف طریقے سے کام کریں۔ فاٹا کی حیثیت ایک صوبے کے طور پر یا خیبر پختونخواہ کے حصے کے طور پر طے کی جائے۔ نظام اور خدمات لوگوں کی پہنچ میں اور ان کے لئے قابل استطاعت ہونے چاہئیں۔

فاٹا کے لئے میرا خواب انسانی حقوق کی سرزمین کا ہے جہاں تعلیم کو فروغ ملے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آزادی محض کاغذی تصور تک محدود نہ ہو۔

تاجدار عالم

سماجی کارکن اور نوجوانوں کی تنظیم مشعل سوسائٹی اور مقامی فلاحی تنظیم ینگ چنار فلاحی کمیٹی کے صدر تاجدار عالم امن، منشیات، تعلیم، صحت، کھیل اور مقامی ترقی کے شعبوں میں کامیابی کے ساتھ کام کر چکے ہیں اور فاٹا ریجن میں برٹش کونسل کے سند یافتہ معاونت کار ہیں۔

فاٹا کے نوجوانوں کے بنیادی مسائل کیا ہیں؟

سماجی لحاظ سے شخصیت میں بہتری اور کیریئر پر مشاورت نوجوانوں کے بنیادی مسائل ہیں۔ نوجوانوں کے پاس ایسا کوئی پلیٹ فارم نہیں جس کے ذریعے وہ باہر کی دنیا کے ساتھ ابلاغ کر سکیں کیونکہ میڈیا کو بھی فاٹا میں خاصی محدود نقل وحرکت کی اجازت ہے۔

نوجوانوں کے لئے تفریحی سہولیات بھی کم ہیں اور روزگار اور انٹرن شپ کے مواقع کی کمی پائی جاتی ہے۔ فاٹا کے نوجوانوں کو کسی بھی سطح پر فیصلہ سازی کے عمل میں شامل ہونے کی اجازت نہیں اور آزادی پر یہ قدغن نوجوانوں کی خودداری کے لئے شدید دھچکے کا باعث بنتی ہے۔

فاٹا کے لئے آپ کا وژن کیا ہے۔ آپ فاٹا کو مستقبل میں کیسی جگہ کے طور پر دیکھنا چاہیں گے اور فاٹا کے لئے آپ کن اصلاحات کی سفارش کریں گے؟

ایف سی آر میں اصلاحات اور بلدیاتی انتخابات وقت کا تقاضا ہیں۔ رائٹ ٹو انفارمیشن کے قانون پر فاٹا میں بھی عملدرآمد ہونا چاہئے۔ خصوصی ترقیاتی منصوبوں اور قومی و بین الاقوامی سطح کے وظائف کا اجراء ہونا چاہئے۔ فاٹا میں کام کرنے والی تنظیموں کو چاہئے کہ وہ دیگر جگہوں سے لوگوں کو بھرتی کرنے کے بجائے مقامی لوگوں کو ترجیحی بنیاد پر چنیں۔ فاٹا میں ایک یوتھ اسمبلی بھی قائم کی جائے تاکہ نوجوانوں کو شمولیت اور فعالی پر مائل کیا جا سکے۔ ایف ڈی اے اور فاٹا سیکریٹریٹ میں کام کرنے والے ملازمین کے جائزہ کی ضرورت ہے کیونکہ فی الوقت ان اداروں میں فاٹا کے مقابلے میں خیبر پختونخواہ سے تعلق رکھنے والے لوگ زیادہ ہیں۔ لہٰذا اس رجحان کو بدلا جائے۔

میرا خواب ایک ایسا فاٹا ہے جو عدل وانصاف پر مبنی ہو، جہاں لفظوں سے زیادہ عمل کی گونج سنائی دے اور جہاں نظام کرپشن اور رشوت سے پاک ہوں۔

فاٹا: کچھ جگ بیتی، کچھ آپ بیتی

© راحت شنواری

آپ کے رحم وکرم پر

بنیادی ضروریات اور بنیادی انسانی حقوق سے محرومی اکثر کٹھن حالات سے دوچار کر دیتی ہے جس طرح مسعود خان کے ساتھ ہوا۔

چالیس سالہ مسعود خان ایک فعال شہری تھا لیکن اراضی کے معمولی تنازعہ میں گرفتاری نے اسے جیل اور پھر وہیں موت کی وادی میں پہنچا دیا جہاں اسے شدید اسہال ہوا لیکن اس کا علاج نہ کیا گیا۔ اس کے والد اختر میر شنواری نے اپنے بیٹے کی موت کی فوری تحقیقات کا مطالبہ کیا اور مختلف حکومتی فورمز پر انصاف کے علاوہ یہ اپیلیں بھی کیں کہ مسعود کے چھ بچوں اور بیوی کی کفالت میں ان کی مدد کی جائے۔

مسعود کی موت کے سبب کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ اسہال کے نتیجے میں پانی کی کمی واقع ہونے سے ہوئی۔ اس کے والد کے مطابق جیل میں اسے بروقت اور موزوں علاج کی سہولت نہیں ملی جس کے نتیجے میں اس کی حالت اس حد تک بگڑ گئی کہ اسے جب علاقے کے بڑے ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا تو بھی اس کی حالت نہیں سنبھلی۔

اس کے گھر والے آج بھی حصول انصاف کے لئے مصروف جدوجہد ہیں۔

وضاحت: یہ کہانی جناب راحت شنواری نے متاثرہ فرد کے ساتھ اپنی گفتگو کی روشنی میں بیان کی ہے۔